بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian

شمارہ 14

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

25 شعبان 1442 ہجری قمری • 8 شہادت 1400 ہجری شمسی • 8 اپریل 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ

(سورۃ المائدہ:2)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! عہدوں کو پورا کرو۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ

(سورۃ المائدہ:3)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 2 اپریل 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچی تقویٰ و طہارت اختیار کرلے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

یقیناً یاد رکھو کہ خدا اپنے بندہ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور ہرگز نہیں اُٹھائے گا جب تک اُس کے ہاتھ سے وہ باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کیلئے وہ آیا ہے۔ اسے کسی کی خصومت اور کسی کی بددعا کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

اس کی تحریک یوں ہوئی کہ کسی نے کہا کہ اب مخالف مُلہم☆ صاحب کہتے ہیں کہ اس سلسلہ کی تباہی اب قریب ہے۔ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا (الکہف:6) پھر بڑے درد دل سے فرمایا کہ:

کل (یعنی 22 جون 1899ء) بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقوی کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچی تقویٰ و طہارت اختیار کرلے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب تک کوئی جماعت خدا کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے۔ خدا کی نُصرت اس کے شامل حال ہو نہیں سکتی۔ تقویٰ خُلاصہ ہے تمام صُحف مقدسہ اور توریت و انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کردیا ہے۔ میں اس فکر میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کروں اور بعض دینی کام انہیں سپرد کروں اور پھر میں دنیا کے ہم و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مُردارِ دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ بھی پروا نہ کروں گا۔

آہ! اب تو خدا کے سوا کوئی بھی ہمارا نہیں۔ اپنے پرائے سب ہی اس پر تُلے ہوئے ہیں کہ ہمیں ذلیل کردیں۔ رات دن ہماری نسبت مصائب اور گردشوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اب اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے تو ہمارا ٹھکانہ کہاں۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 276، مطبوعہ قادیان 2018)

......☆......☆......☆......

☆ منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مصنف عصائے موسیٰ

عزت کی حفاظت ایک اعلیٰ درجہ کا کام ہے لیکن اگر اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ تبلیغ کے کام میں ہرج نہ ہو یا اور کسی ایسے کام کیلئے جو قومی یا شرعی یا دینی ہو انسان اپنی عزت کو قربان کردے اور اپنے پر الزام کو رہنے دے تو یہ شخص یقیناً اس شخص سے جو اپنی عزت کی حفاظت کا مطالبہ کسی نیک ارادہ سے کرتا ہے زیادہ اعلیٰ مرتبہ پر ہے

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے بلایا ہے ان کیلئے دو ہی راستے کھلے تھے یا فوراً نکل آتے یا پہلے برأت کرا کے نکلتے۔ یہ دونوں فعل بظاہر متضاد ہیں لیکن دو مختلف نقطۂ نگاہ کے رو سے یا تو یہ دونوں فعل نیکی بن جاتے ہیں اور یا دونوں بدی اور وہ اس طرح پر کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام تکبر اور خود پسندی کے ماتحت ایسا کرتے کہ پہلے لوگ گناہ کا اقرار کریں میں پھر نکلوں گا تو یہ گناہ ہو جاتا۔ اسی طرح اگر وہ یہ طریق اختیار کرتے کہ اپنے نفس کے آرام کیلئے بغیر کسی دینی فائدہ کے مدنظر رکھنے کے فوراً باہر نکل آتے تو بھی یہ گناہ ہوتا لیکن انہوں نے نکلنے سے انکار کیا نہ اس لئے کہ وہ متکبر تھے بلکہ جیسا کہ انہوں نے خود بتایا ہے محض اس لئے کہ ان کا ایک محسن اس وہم میں مبتلا نہ رہے کہ یوسف (علیہ السلام) نے اس سے غداری کی ہے اور اس اعلیٰ جذبہ کی وجہ سے ان کا یہ فعل ایک اعلیٰ درجہ کی نیکی تھا۔ مگر ایک چوتھا نقطۂ نگاہ بھی ہے جس کے ماتحت فوراً نکل آنا ایک نیکی بن جاتا ہے اور اس نقطۂ نگاہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا ہے۔ یہ نقطۂ نگاہ اپنے فرض منصبی کے پورا کرنے کا خیال ہے۔ ایک نبی یا معلم خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو تبلیغ کرنے کیلئے مامور ہوتا ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی ہر چیز کو اس غرض کیلئے قربان کردے۔ حتیٰ کہ اگر عزت اور نیک نامی بھی قربان کرنی پڑے تو وہ اس کی پرواہ نہ کرے۔ ایک نبی اگر قید خانہ میں ہو تو وہ یا تو تبلیغ نہیں کرسکے گا یا اس کی تبلیغ محدود ہوگی۔ اگر وہ اس نقطۂ نگاہ سے اپنی آزادی کو دیکھے تو اسکی بہت بڑی قربانی ہوگی۔ اگر وہ بغیر صفائی کے قید سے نکل آئے اور اپنے کام کے مقابلہ میں اپنی عزت کی پرواہ نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے لئے آخری طریق کو پسند کیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ لَوۡ لَبِثۡتُ فِی السِّجۡنِ مَا لَبِثَ یُوۡسُفُ لَاَجَبۡتُ الدَّاعِیَ اگر میں اس قدر دیر قید میں رہتا جس قدر یوسفؑ رہے تھے تو میں بلانے والے کی بات کو قبول کرلیتا۔ (بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے) اور مسند احمد حنبل میں ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے لَاَسۡرَعۡتُ الۡاِجَابَۃَ وَمَا ابۡتَغَیۡتُ الۡعُذۡرَ۔ میں فوراً بات قبول کرلیتا اور یہ عذر نہ کرتا کہ پہلے میری برأت کرو۔ ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ دونوں مقامات میں سے وہ مقام زیادہ بلند ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے کیونکہ گو عزت کی حفاظت ایک اعلیٰ درجہ کا کام ہے لیکن اگر اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ تبلیغ کے کام میں ہرج نہ ہو یا اور کسی ایسے کام کیلئے جو قومی یا شرعی یا دینی ہو انسان اپنی عزت کو قربان کردے اور اپنے پر الزام کو رہنے دے تو یہ شخص یقیناً اس شخص سے جو اپنی عزت کی حفاظت کا مطالبہ کسی نیک ارادہ سے کرتا ہے زیادہ اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد سوم، صفحہ 324، مطبوعہ قادیان 2010ء)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(1216) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبکہ آپ نماز میں ہوتے سلام کیا کرتا تھا اور آپؐ مجھے جواب دیتے تھے۔ جب ہم (ہجرت حبشہ سے) لوٹ کر آئے تو مَیں نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے جواب نہ دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں بھی ایک مصروفیت ہوتی ہے۔

(1217) حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی کام کیلئے مجھے بھیجا، مَیں چلا گیا۔ پھر مَیں وہ کام پورا کرکے واپس لوٹا۔ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے مجھے جواب نہ دیا۔ میرے دل میں جو خیال آئے انہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مَیں نے اپنے جی میں کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر ناراض ہیں اسلئے کہ مَیں نے دیر کردی ہے۔ پھر مَیں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے مجھے جواب نہیں دیا اس پر میرے دل کو پہلے سے بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ پھر مَیں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے مجھے جواب دیا اور فرمایا: مَیں نماز پڑھ رہا تھا اور اسی نے مجھے جواب دینے سے روکا۔

(تشریح) حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں: بعض فقہا کی رائے یہ ہے کہ سلام کا جواب دعائیہ رنگ میں اپنے دل میں دے دے، بغیر اسکے کہ منہ سے الفاظ وعلیکم السلام نکالے، یا یہ کہ اشارہ سے جواب دے۔ یہ رائے امام بخاریؒ نے قطعی طور پر ردّ کی ہے۔ روایت نمبر 1216، 1217 سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہوکر سلام کا جواب دیا ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔

(صحیح بخاری، جلد 2، مطبوعہ قادیان 2006)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)	
خطبہ جمعہ فرمودہ 19 مارچ 2021ء (مکمل متن)	
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از نبیوں کا سردار)	
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)	
مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ کینیڈا 2012	
پیغام حضور انور بر موقع جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ 2020	
خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب	ذکر خیر
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

عبداللہ آتھم کیلئے چار ہزار روپے کا بھاری انعام
اگر وہ اقرار کر لے کہ اسلامی پیشگوئی کی شوکت سے نہیں ڈرا

گزشتہ شمارہ سے ہم اسلام اور عیسائیت کے مابین ہونے والے اُس عظیم الشان جنگ کا ذکر کر رہے ہیں جو جنگ مقدس کے نام سے مشہور رہے۔ اس جنگ میں اسلام کی طرف سے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلوانی کا حق ادا فرما رہے تھے جبکہ عیسائیوں کی طرف سے مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا۔ ”عبداللہ آتھم قریباً 1838 میں بمقام انبالہ پیدا ہوئے اور 28 مارچ 1853 کو انہوں نے کراچی میں بپتسمہ لیا اور اِسی موقعہ پر انہوں نے اپنے نام کے ساتھ آتھم یعنی گنہگار کا لفظ لگایا“ اس میں کیا شک ہے کہ یہ صرف آثم نہ ہوئے بلکہ مہا آثم ہو گئے کہ اپنے خالق و مالک کی بندگی چھوڑ کر ایک انسان کی بندگی اختیار کر لی اور اسلام اور بانی اسلام کو گالی دینا اپنا پیشہ بنالیا۔ ”پہلے انبالہ، ترنتارن اور بٹالہ میں تحصیلدار رہے۔ پھر سیالکوٹ، انبالہ اور کرنال میں اِی۔اے۔سی کے عہدہ پر رہے اور پھر ریٹائر ہونے کے بعد انہوں نے اپنی خدمات امرتسر مشن کو سپرد کر دیں اور اسلام کے خلاف چند کتب لکھیں۔“ (تعارف کتاب جنگ مقدس رُخ ج 6) مرتدین از اسلام پادری اسلام اور بانی اسلام کو خاص طور پر نشانہ بناتے تھے۔ عبداللہ آتھم نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دجال کہا تھا۔

اسلام اور عیسائیت کی یہ وہ عظیم الشان جنگ تھی جس میں عیسائیت کو نمایاں شکست ہوئی جس سے عیسائی پادریوں کو سخت ذلت و رُسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ اب اسلام کا مقابلہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور اسلام کے اس پہلوان کے سامنے کھڑا ہونا اپنی موت کو دعوت دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شروع مباحثہ میں ہی یہ بات واضح کر دی تھی کہ ہر دو فریق دعویٰ اور دلائل اپنی اپنی الہامی کتابوں سے پیش کریں گے تا ایسا نہ ہو کہ مدعی سست اور گواہ چست والی بات صادق آئے کہ ہم ہی بولتے رہیں اور ہماری کتاب کچھ نہ بولے۔ پادری عبداللہ آتھم پورے مباحثہ کے دوران اس میں ناکام رہے۔ یہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی بھی اعتراض کا جواب اپنی کتاب سے پیش نہ کر سکے۔ نہ ہی الوہیت مسیح انجیل سے ثابت کی اور نہ ہی انجیل کے نجات دہندہ ہونے کا کوئی دعویٰ انجیل سے پیش کیا۔

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کتاب جنگ مقدس کے تعارف میں فرماتے ہیں :

کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائے مناظرہ میں ہی ایک ایسا وار کیا جس سے آپ کا حریف پادری عبداللہ آتھم اور اس کے مددگار آخر دم تک نیم مُردہ کی مانند آئیں بائیں شائیں تو کرتے رہے لیکن حقیقی جواب نہ اُن سے ہوسکتا تھا اور نہ ہوا۔ آپؑ کا وہ کامیاب وار یہ تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

”واضح ہو کہ اِس بحث میں یہ نہایت ضروری ہوگا کہ جو ہماری طرف سے کوئی سوال ہو یا ڈپٹی عبداللہ آتھم کی طرف سے کوئی جواب ہو وہ اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ اپنی اپنی الہامی کتاب کے حوالہ سے ہو جس کو فریق ثانی حجّت سمجھتا ہو اور ایسا ہی ہر ایک دلیل اور ہر ایک دعویٰ جو پیش کیا جاوے وہ بھی اِسی التزام سے ہو غرض کوئی فریق اپنی اس کتاب کے بیان سے باہر نہ جائے جس کا بیان بطور حجت ہوسکتا ہے۔“

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

سارے مباحثہ کو از ابتداء تا انتہا پڑھ جاؤ یہ امر واضح ہو جائیگا کہ عیسائی مناظر آخر دم تک اس معیار پر پورا نہیں اتر سکا بلکہ تعجب ہے کہ وہ دعویٰ اور دلیل میں بھی فرق نہیں کر سکا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید سے جو دعویٰ پیش کیا اسکے اثبات میں عقلی دلائل بھی قرآن مجید سے ہی پیش کئے۔ (تعارف کتاب جنگ مقدس رُخ ج 6)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ کے آخری روز فرمایا :

آج یہ میرا آخری پرچہ ہے جو میں ڈپٹی صاحب کے جواب میں لکھتا ہوں مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ جن شرائط کے ساتھ یہ بحث شروع کی گئی تھی ان شرائط کا ڈپٹی صاحب نے ذرا پاس نہیں فرمایا۔ شرط یہ تھی کہ جیسے مَیں اپنا ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک دلیل قرآن شریف کی معقولی دلائل سے پیش کرتا گیا ہوں ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں لیکن وہ کسی موقع پر اس شرط کو پورا نہیں کر سکے۔ خیر اب ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ (جنگ مقدس صفحہ 287)

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کتاب جنگ مقدس کے تعارف میں لکھتے ہیں :

”یہ جنگ مقدس جو کاسر صلیب اور حامیان صلیب کے مابین ہوئی، اس میں میدان اسلام کے پہلوان کے ہاتھ رہا اور کسرِ صلیب ایسے رنگ میں ہوا کہ پھر صلیب جُڑنے کے قابل نہ رہی۔ مسلمان خوش ہوئے اور حامیانِ صلیب کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی ...... اِس مباحثہ کے خوشگوار نتائج ایامِ مباحثہ میں ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ایام مباحثہ میں میاں نبی بخش رفوگر وسوداگر پشمینہ امرتسر اور ہمارے اُستاد ماہر فقہ وحدیث عالم باعمل حضرت قاضی امیر حسینؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ قاضی صاحب جو اُن دنوں مدرسہ اسلامیہ امرتسر میں مدرس تھے اُن کے احمدی ہونے سے مولویوں کے گھر میں شور برپا ہو گیا۔

اِسی طرح کرنل الطاف علی خان صاحب رئیس کپورتھلہ جو عیسائیت اختیار کر چکے تھے اور بوقت مباحثہ عیسائیوں کی طرف بیٹھے تھے اسلام لے آئے اور عیسائی پادریوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُن کا مدّمقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کا ایک بے نظیر پہلوان ہے اور جو علم کلام ان کے مذہب کی تردید اور اسلام کی تائید میں اس نے پیدا کیا ہے وہ ایک ایسا حربہ ہے جس کے وار سے کسرِ صلیب کا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ پس اس عظیم الشان مباحثہ میں نامور پادریوں کی شکست اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس رنگ میں اسلام کو زندہ مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی اور قرآن مجید کو زندہ کتاب کے طور پر پیش کیا، وہ ایسے امور نہ تھے جن سے عیسائی دنیا متاثر نہ ہوتی۔ چنانچہ انگلستان جس کی کئی مشنری سوسائٹیاں پنجاب اور ہندوستان میں کام کر رہی تھیں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ 1894ء میں دنیا بھر کے پادریوں کی جو عظیم الشان کانفرنس لنڈن میں منعقد ہوئی اس کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے کہا :

اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے اُن لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں ...... یہ اُن بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بنا پر محمد (صلعم) کا مذہب ہماری نگاہ میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلعم) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی رہی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بہ آسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اِس بات کا کہ ہم سے بعض ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ پر ابھی چار سال ہی گزرے تھے کہ پادریوں کے دلوں پر آپ کا رعب چھا گیا اور مسیحی دنیا کو محسوس ہو گیا کہ اسلام کے غلبہ اور عیسائیت کی شکست کا وقت آ پہنچا۔“

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ کے آخری روز 5 جون 1893 کو یہ پیشگوئی کی۔ آپؑ نے فرمایا :

”چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً منکر ہیں اور اس کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں اور مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھے کر کے دکھلاؤ، حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا کہ میں قادر مطلق ہوں نہ قرآن شریف کے مطابق مواخذہ تھا بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی انجیل میں ٹھہرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے۔ مگر تاہم مَیں اِس کے لئے دعا کرتا رہا۔ **اور آج رات جو مجھ پر کُھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ تُو اِس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اُس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اِس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دِنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دِن ایک مہینہ لیکر یعنی 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذِلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سُوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔**

اِسی طرح پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ سو الحمد للہ والمنّۃ کہ اگر یہ پیشینگوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ اِنسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا ہے اور شوخی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا ہے لیکن اَب مَیں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آ گیا۔ مَیں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اَور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلئے تھا۔ مَیں اِسوقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو مَیں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ رُوسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسّہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی۔

اَب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق کامل پیشین گوئی اور خدا کی پیشین گوئی ٹھہرے گی یا نہیں ٹھہرے گی اور رسول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو۔ اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو لیکن اگر میں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ۔ توریت کو پڑھو کہ اس کی اوّل اور کھلی کھلی تعلیم کیا ہے اور تمام نبی کیا تعلیم دیتے آئے اور تمام دُنیا کس طرف جُھک گئی۔ اَب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں اِس سے زیادہ نہ کہوں گا۔“

پندرہ ماہ گزرنے پر عیسائیوں نے بہت طوفان بدتمیزی برپا کی کہ آتھم نہیں مرا اور پیشگوئی غلط نکلی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ”انوارُ الاسلام“ اور ”ضیاء الحق“ میں ثابت فرمایا کہ آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اُسے کچھ مہلت دی لیکن بہت جلد خدا اُسے پکڑ لیگا اور وہ اپنی ہلاکت کے سامان اپنے ہاتھ سے کریگا۔ تمام تفصیل ہم انشاء اللہ آئندہ شماروں میں بیان کرینگے۔ (منصور احمد مسرور) ☆☆

خطبہ جمعہ

ابو عبداللہ حضرت عثمانؓ ...... میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں (الحدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توسیع کے بارے میں مختلف روایات کا تفصیلی تذکرہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بات کو مکمل اور خوبصورت رنگ میں
بیان کرنے میں حضرت عثمانؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا تاہم آپؓ زیادہ بات چیت سے گریز کرتے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزّوجلّ سے یہ دعا مانگی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو آگ میں داخل نہ کرے جو میرا داماد ہو یا جس کا میں داماد ہوں

چار مرحومین مبشر احمد رند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلّم وقفِ جدید، مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد (پاکستان)،
بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی اور مکرم کونوک اومُربیکوف صاحب آف قرغیزستان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19/مارچ 2021ء بمطابق 19/امان 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ ان کی شہادت کے بعد کے واقعات، شہادت کے بعد کے ایام کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کچھ مختصر سا تحریر کیا ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ اب مدینہ انہی لوگوں کے قبضہ میں رہ گیا اور ان ایام میں ان لوگوں نے جو حرکات کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو شہید تو کر چکے تھے۔ ان کی نعش کے دفن کرنے پر بھی ان کو اعتراض ہوا اور تین دن تک آپ کو دفن نہ کیا جا سکا۔ آخر صحابہ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپؓ کو دفن کیا۔ ان لوگوں کے راستوں میں بھی انہوں نے روکیں ڈالیں لیکن بعض لوگوں نے سختی سے مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو دب گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 333)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ ان کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے پر پہرہ دینے کا حکم فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اندر آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اجازت مانگی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا اسے آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تاہم ایک بڑی مصیبت اسے پہنچے گی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عثمان بن عفان...... حدیث 3695)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پر چڑھے جبکہ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔ احد پہاڑ ہلنے لگا تو آپؐ نے فرمایا احد ٹھہر جا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے اس پر اپنا پاؤں بھی مارا اور فرمایا تم پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عثمان بن عفان...... حدیث 3699)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں حالت مظلومیت میں مارا جائے گا۔ یہ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ (سنن الترمذی ابواب المناقب باب قولھم کنا نقول ابوبکر وعمر وعثمان حدیث نمبر 3708)

حضرت عثمانؓ نے جو ترکہ چھوڑا تھا اس کے بارے میں جو ذکر ملتا ہے وہ یہ ہے۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز حضرت عثمانؓ شہید کیے گئے اس روز آپؓ کے خزانچی کے پاس آپ کے تین کروڑ پانچ لاکھ درہم اور ڈیڑھ لاکھ دینار پڑے تھے۔ وہ سب لُوٹ لیے گئے۔ نیز آپؓ نے رَبَذَہ مقام پر ایک ہزار اونٹ چھوڑے ہوئے تھے۔ رَبَذَہ حجاز کے رستہ میں مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ایک بستی ہے۔ اسی طرح بَرادیس اور خیبر اور وادی القریٰ میں دو لاکھ دینار کے صدقات چھوڑے جن سے آپ صدقہ دیا کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 42، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 130 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

پہلے یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ میں امیر آدمی تھا اور اب میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لیے میں نے رکھے ہوئے ہیں۔ (ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 294)

ہوسکتا ہے کہ جو بات کی جا رہی ہے یہ اس وقت کی ہو جب قومی خزانے میں اس قدر مال ہو جو راوی نے حضرت عثمانؓ کی ذات کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے ذاتی بھی ہوں تو اپنی ذات پر اب خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ صدقات اور قومی ضروریات پر ہی خرچ کیا کرتے تھے۔ بہرحال ایک روایت ہے جو میں نے بیان کی۔ اس سے پہلے ان کے اپنے حوالے سے بھی ایک روایت بیان ہو چکی ہے اور خزانے کی حفاظت کیلئے جو آدمی مقرر کیے تھے ان خزانچیوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قومی خزانہ تھا جس کی حفاظت کیلئے آپؓ نے مقرر کیا تھا۔ (ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 329)

صحابہ حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت کے بارے میں جو بیان کرتے ہیں وہ اس طرح ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپؓ ہمیں حضرت عثمانؓ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپؓ نے فرمایا وہ تو ایسا شخص تھا جو ملاءِ اعلیٰ میں بھی ذوالنورین کہلاتا تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء 4 صفحہ 378، عثمان بن عفان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ ذوالنّورین تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عثمانؓ ہم میں سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا: ان لوگوں نے آپؓ کو قتل کر دیا حالانکہ آپؓ ان سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور ان سب سے زیادہ رب کا تقویٰ اختیار کرنے والے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء 4 صفحہ 378، عثمان بن عفان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2005ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے دامادوں کے حق میں جو دعا ہے اس کی بھی ایک روایت ملتی ہے۔ ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزّوجلّ سے یہ دعا مانگی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو آگ میں داخل نہ کرے جو میرا داماد ہو یا جس کا میں داماد ہوں۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثالث صفحہ 156، عثمان بن عفان، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت عثمانؓ کے لباس اور حلیہ کے بارے میں محمود بن لَبِید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو ایک خچر پر اس حالت میں سوار دیکھا کہ آپؓ کے جسم پر دو زرد چادریں تھیں۔

حَکَم بن صَلت بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے دیکھا جبکہ آپؓ پر سیاہ رنگ کی چادر تھی اور آپؓ نے مہندی کا خضاب لگایا ہوا تھا۔ سُلَیم ابو عامر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ پر ایک یمنی چادر دیکھی جس کی قیمت سو درہم تھی۔ محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عبداللہ، عُروہ بن خالد اور عبدالرحمٰن بن ابو زِناد سے حضرت عثمانؓ کے حلیہ وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ ان سب نے بغیر اختلاف کے کہا کہ آپؓ نہ پست قد تھے نہ ہی بہت لمبے۔ آپؓ کا چہرہ خوبصورت، جلد نرم، داڑھی گھنی اور لمبی، رنگ گندمی، جوڑ مضبوط، کندھے چوڑے، سر کے بال گھنے تھے۔ آپؓ داڑھی کو

خضاب سے پیلا کرتے تھے۔ واقِد بن ابو یاسر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دانتوں کو سونے کی تار سے باندھا ہوا تھا۔ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ آپؓ جمعہ کے روز باہر تشریف لاتے تو آپؓ پر دو زرد چادریں ہوتیں۔ پھر آپؓ منبر پر تشریف رکھتے اور مؤذن اذان دیتا۔ پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو ایک ٹیڑھی مٹھ والے عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور عصا ہاتھ میں لیے ہوئے خطبہ دیتے۔ پھر آپؓ منبر سے اترتے اور مؤذن اقامت کہتا۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر سوتے ہوئے دیکھا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 32 تا 34، ذکر لباس عثمان، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ نے ایک عصا کا سہارا لیا ہوا تھا۔ آپؓ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ آپؓ پر دو زرد رنگ کے کپڑے ہوتے تھے ایک چادر اور ایک تہ بند یہاں تک کہ آپؓ منبر پر آتے اور اس پر بیٹھ جاتے۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد الجزء التاسع صفحہ 57، کتاب المناقب باب صفتہ، حدیث نمبر 14493، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس پر 'محمد رسول اللہ' لکھا ہوا تھا، کندہ تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کیا کرتے تھے۔ اسکے بارے میں روایت آتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ کی طرف خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ اگر اس خط پر کوئی مہر نہ لگی ہوئی ہوگی تو آپؐ کا خط نہیں پڑھیں گے۔ اس پر آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر یہ نقش تھا 'محمد رسول اللہ' راوی کہتے ہیں گویا میں ابھی بھی انگوٹھی کی سفیدی کو آپؐ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح البخاری کتاب اللباس باب اتخاذ الخاتم ...... حدیث 5875) وہ بات مجھے اتنی تازہ ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی آپؐ کے ہاتھ میں رہی۔ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو ایک بار اَرِیس نامی کنویں پر آپؓ بیٹھے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؓ نے وہ انگوٹھی نکالی اور اس سے کھیلنے لگے۔ یعنی انگلی میں پھیرنے لگ گئے ہوں گے تو وہ گر گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تین روز تک اسے تلاش کیا اور کنویں کا سارا پانی بھی باہر نکالا لیکن وہ انگوٹھی نہ مل سکی۔

اس انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ نے اسے ڈھونڈ کر لانے والے کیلئے مال کثیر دینے کا اعلان کیا اور اس انگوٹھی کے گم ہونے کا آپ کو بہت زیادہ غم ہوا۔ جب آپؓ اس انگوٹھی کے ملنے سے، اسکی تلاش سے مایوس ہو گئے تو آپؓ نے ویسی ہی چاندی کی ایک اَور انگوٹھی بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بالکل ویسی ہی ایک انگوٹھی تیار کی گئی جس کا نقش بھی 'محمد رسول اللہ' تھا۔ وہ انگوٹھی آپؓ نے اپنی وفات تک پہنے رکھی۔ آپؓ کی شہادت کے وقت وہ انگوٹھی کسی نامعلوم شخص نے لے لی۔ (صحیح البخاری کتاب اللباس باب هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ حدیث 5879) (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 111-112 ثم دخلت سنۃ ثلاثین/ ذکر الخبر عن سبب سقوط الخاتم ...... دارالفکر بیروت 2002ء)

عشرہ مبشرہ میں بھی آپؓ شامل تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن اَخنسؓ سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں تھے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کا بے ادبی سے ذکر کیا۔ اس پر حضرت سعید بن زیدؓ کھڑے ہو گئے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دس آدمی جنت میں جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہوں گے۔ ابوبکرؓ جنت میں ہوں گے۔ عمرؓ جنت میں ہوں گے۔ عثمانؓ جنت میں ہوں گے۔ علیؓ جنت میں ہوں گے۔ طلحہؓ جنت میں ہوں گے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہوں گے۔ زبیر بن عوامؓ جنت میں ہوں گے۔ سعد بن مالکؓ جنت میں ہوں گے اور اگر میں چاہوں تو دسویں کا نام بھی لے سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا کہ دسواں کون ہے؟ حضرت سعید بن زیدؓ کچھ دیر خاموش رہے۔ اس پر لوگوں نے پھر پوچھا کہ دسواں کون ہے؟ تو انہوں نے کہا سعید بن زیدؓ یعنی میں خود ہوں۔ (سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الخلفاء حدیث 4649) پہلے بھی ایک جگہ پہ یہ روایت ان کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمانؓ کے ساتھ جنت میں رفاقت کے بارے میں آتا ہے۔ حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں میرا ساتھی، رفیق عثمان ہوگا۔ (سنن الترمذی ابواب المناقب باب ورفیقی فی الجنۃ عثمان حدیث 3698)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک گھر میں مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ تھے جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنے ہم کفو کے ہمراہ کھڑا ہو جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا اَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَ وَلِيِّيْ فِي الْاٰخِرَةِ کہ تم دنیا میں بھی میرے دوست ہو اور آخرت میں بھی میرے دوست ہو۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد الجزء التاسع صفحہ 66، کتاب المناقب باب موالاتہ حدیث نمبر 14528، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام ابوسَہلَہ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدّار کو یعنی جس دن حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے آپؓ کے گھر میں محصور کر کے شہید کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس دن میں نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا اے امیر المومنینؓ! ان مفسدین سے لڑیں۔ حضرت عبداللہؓ نے بھی آپؓ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! ان مفسدین سے لڑیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں لڑائی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بات کا وعدہ کیا تھا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ وہ پورا ہو۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 3 صفحہ 483-484، عثمان بن عفان، دارالفکر بیروت، 2003ء)

حضرت عثمانؓ کے غزوۂ بدر سے پیچھے رہنے، اُحُد میں فرار اور بیعتِ رضوان میں شامل نہ ہونے کی بابت اعتراض کیا جاتا ہے۔ یہ منافقین نے بھی آپؓ پہ اعتراض کیے تھے۔ عثمان بن مَوْہَبْ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ مصر سے ایک شخص حج کیلئے آیا تو اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ فتنہ پیدا کرنے کیلئے اس نے باتیں کیں۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ اس نے کہا اے ابن عمرؓ! آپؓ سے ایک بات کے متعلق پوچھتا ہوں۔ آپؓ مجھے بتائیں کیا آپؓ کو علم ہے کہ حضرت عثمانؓ اُحُد کے دن فرار ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کیا آپؓ جانتے ہیں کہ وہ جنگِ بدر سے غیر حاضر رہے اور اس میں شریک نہ ہوئے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا آپؓ جانتے ہیں کہ وہ بیعتِ رضوان سے بھی غیر حاضر تھے اور اس میں شریک نہیں تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر اس شخص نے تعجب سے کہا اللہ اکبر۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے کہا ادھر آؤ۔ تم نے اعتراض تو کیا ہے۔ مَیں تمہیں حقیقت حال کھول کر بتاتا ہوں۔ جنگِ اُحُد کے دن جو اُن کا بھاگ جانا تھا تو مَیں یہ شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معاف کر دیا تھا اور آپؓ سے مغفرت کا سلوک فرمایا تھا۔ اس وقت جب ایسی ہنگامی حالت تھی یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کافروں نے شہید کر دیا ہے تو اس وقت پھر بہرحال ایسی حالت تھی جو ایک وقتی اضطراب کے طور پہ آپؓ چلے گئے تھے۔ کہتے ہیں جہاں تک بدر سے حضرت عثمانؓ کا غائب رہنا ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جو آپؓ کی بیوی تھیں وہ بیمار تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا تھا کہ تم اپنی بیوی کے پاس ہی رہو۔ تمہارے لیے بدر میں شامل ہونے والوں کی مانند اجر اور مالِ غنیمت میں سے حصہ ہوگا۔ اور جہاں تک بیعتِ رضوان سے آپؓ کی غیر حاضری ہے تو یاد رکھو اگر وادئ مکہ میں حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر کوئی اَور شخص معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کی جگہ اس شخص کو کفار کی طرف سفیر بنا کر بھیجتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور بیعتِ رضوان اس وقت ہوئی جب آپؓ مکہ والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بیعتِ رضوان کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر زور سے رکھتے ہوئے فرمایا یہ عثمانؓ کیلئے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ بیان فرمانے کے بعد اس شخص سے کہا۔ اب یہ باتیں اپنے ساتھ لے جاؤ اور یاد رکھنا یہ کوئی اعتراض کی باتیں نہیں ہیں۔ جاؤ۔ (ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عثمان ...... حدیث نمبر 3698) یہ بخاری کی روایت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسجد نبویؐ کی توسیع ہوئی تھی۔ اس میں بھی حضرت عثمانؓ کو حصہ لینے کی توفیق ملی۔ ابو مَلِیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ کی توسیع کیلئے زمین کے ایک ٹکڑے کے مالک کو جو ایک انصاری تھا فرمایا: تمہارے لیے اس قطعہ کے بدلے جنت میں گھر ہوگا مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ آئے اور اس شخص سے کہا کہ تمہارے لیے اس قطعہ کے بدلے، اس ٹکڑا زمین کے بدلے مَیں دس ہزار درہم دیتا ہوں۔ آپؓ نے اس سے وہ قطعہ خرید لیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھ سے زمین کا یہ ٹکڑا خرید یں جو میں نے انصاری سے خریدا ہے۔ اس پر آپؐ نے وہ زمین کا ٹکڑا حضرت عثمانؓ سے جنت میں گھر کے بدلے خرید لیا۔ وہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمانؓ کو فرمائی کہ تمہارا جنت میں گھر ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے بتایا کہ میں نے دس ہزار درہم کے بدلے میں اسے خرید لیا ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا تو انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلایا انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے اور انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی لوگوں سے فرمایا کہ اب تم سب اینٹیں رکھو تو ان سب نے رکھیں۔ (مجمع الزوائد جزء 9 صفحہ 65 کتاب المناقب باب ماعمل من الخیر ...... حدیث نمبر 14524 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

یہ جو اس کی ایکسٹینشن (extension) ہوئی تھی تو اس طرح اس کی بنیاد پڑی۔

ثُمامہ بن حَزْن قُشَیرِی بیان کرتے ہیں کہ میں محاصرے کے وقت حاضر تھا جب حضرت عثمانؓ نے جھانک کر لوگوں سے فرمایا۔ جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو رُومہ نامی کنویں کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو رُومہ کنویں کو خریدے گا تاکہ وہ اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ ڈالے۔ یعنی وہ خود بھی پیے اور مسلمان بھی اس سے پیئیں اور جنت میں اس کیلئے اس سے بہتر بدلہ ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ اس پر میں نے وہ کنواں اپنے ذاتی مال سے خریدا اور اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ ڈالا اور آج تم مجھے اس سے پانی پینے سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ میں سمندر کا پانی پینے پر مجبور ہو جاؤں۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپؓ نے درست فرمایا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے جیش عُسرہ، غزوۂ تبوک کے لشکر کی تیاری اپنے مال سے کی تھی۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ایسے ہی ہے۔ پھر

آپؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قَسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ مسجد نبویؐ جب نمازیوں کیلئے تنگ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فلاں خاندان سے زمین کا یہ ٹکڑا خرید کر مسجد میں شامل کر دے گا تو اس کیلئے جنت میں اس سے بہتر ہو گا۔ چنانچہ مَیں نے زمین کا یہ ٹکڑا اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور اب تم لوگ مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روک رہے ہو۔ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ثَبِیر نامی پہاڑی پر تھے اور آپؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور مَیں تھا۔ جب پہاڑی لرزی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارتے ہوئے فرمایا اے ثَبِیر! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔ آپؓ نے فرمایا اللہ اکبر! رَبِّ کعبہ کی قَسم ان لوگوں نے میرے حق میں یہ گواہی دے دی ہے یعنی یہ کہ میں شہادت کا مقام پانے والا ہوں۔ (سنن النسائی کتاب الاحباس باب وقف المساجد حدیث نمبر 3638)

مسجد نبویؐ کی مزید توسیع جو ہوئی وہ زیادہ تر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اس لیے اس کی مختصر تاریخ اور ابتدائی حالات اور پھر توسیع کے بارے میں جو بھی بیان ہے وہ بتاتا ہوں۔ پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے ناں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں توسیع کی گئی۔ اسکے بارے میں ایک نوٹ یہ بھی ہے کہ ماہ ربیع الاول یکم ہجری بمطابق اکتوبر 622ء کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے مسجدِ نبویؐ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ بنیاد تقریباً تین ذرع یعنی ڈیڑھ میٹر گہری تھی۔ بنیاد کیلئے پتھر سے گھڑی ہوئی اینٹوں سے دیوار بنائی گئی جبکہ اوپر کی دیوار گارے سے بنی اور دھوپ میں سکھائی گئی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی اور دھوپ میں سکھائی گئی۔ دیوار کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 430 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

یہ مسجد کی تعمیر کی تاریخ ہے۔ ساتھ ساتھ اس میں توسیع کا بھی ذکر آ جائے گا۔ مسجد کی دیواریں تقریباً پون میٹر، تقریباً دو اڑھائی فٹ چوڑی رکھی گئی تھیں، جن کی اونچائی تقریباً سات ذرع یعنی تقریباً ساڑھے تین میٹر تھی۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 432 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

مسجد نبویؐ کی تکمیل ماہ شوال یکم ہجری، اپریل 623ء میں ہوئی۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 435 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

حضرت خارِجہ بن زید بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کا طول ستر ذرع، تقریباً 35 میٹر اور عرض ساٹھ ذرع، تقریباً 30 میٹر رکھا تھا۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 437-438 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مسجد نبویؐ کی پہلی توسیع محرم 7؍ہجری، جون 628ء میں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے کامیاب ہو کر لَوٹے تو آپؐ نے مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیرِ نَو کا حکم جاری فرمایا۔ مسجد کی توسیع جنوبی یعنی جانب قبلہ اور مشرقی جانب نہ کی گئی۔ زیادہ تر توسیع شمالی جانب کی گئی اور کچھ مغربی جانب بھی۔ شمالی جانب صحابہ کرام کے چند گھر تھے۔ اس جانب ایک انصاری صحابی کا گھر تھا جس کو اپنا مکان دینے میں کچھ پس و پیش تھا۔ ایسے میں جیسے کے پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنی جیب سے دس ہزار دینار دے کر وہ گھر خرید لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس طرح مسجد کی توسیع زیادہ تر شمالی جانب اور مغربی جانب ممکن ہو سکی۔ اس توسیع کے بعد مسجد کا کل رقبہ 100x100 ذرع یعنی 50x50 میٹر ہو گیا۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 446-447 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

حضرت عمرؓ کے دور میں مسجد نبویؐ کی دوسری توسیع 17؍ہجری میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مسجد کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنی ہوئی تھی اور ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو اسی حالت میں رہنے دیا اور اس میں کوئی تبدیلی یا توسیع نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تعمیرِ نَو اور توسیع کروائی مگر اس کی ہیئت اور طرزِ تعمیر میں کوئی تبدیلی نہیں کروائی۔ جس طرح تھا انہی بنیادوں پر یا اسی طرح پرانا حصہ رہنے دیا تھا۔ انہوں نے بھی اسے اسی طرح کے طرز تعمیر سے بنوایا صرف ایکسٹینشن ہوئی۔ چھت پہلے کی طرح کھجور کے پتوں کی ہی رہی۔ انہوں نے صرف ستون لکڑی کے ڈلوا دیے۔ حضرت عمرؓ نے 17؍ہجری میں مسجد کی تعمیر کو اپنے زیرِ نگرانی مکمل کروایا۔ اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ 50x50 میٹر جو پہلے تھا سے بڑھ کر 70x60 میٹر ہو گیا یا 140x120 ذرع ہو گیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں بھی مسجد نبویؐ وہی رہی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی تاہم حضرت عمرؓ کی تعمیرِ نَو کے ساتھ اس میں کافی توسیع ہو گئی۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 459 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسجد نبویؐ کی توسیع ہوئی اور تعمیرِ نَو بھی ہوئی۔ یہ 29؍ہجری کا واقعہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیرِ نَو کی تو اسے خوبصورت اور مضبوط بنانے کیلئے پتھر جپسم اور نقش و نگار کا استعمال کیا۔ حضرت عثمانؓ نے دیواریں پتھر کی بنوائیں جن پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور مسجد نبویؐ میں پہلی بار سفیدی کیلئے چونے کا استعمال بھی کیا گیا۔ چھت میں شیشم کی لکڑی استعمال ہوئی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ 24؍ہجری میں خلیفہ منتخب ہوئے تو لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ مسجد نبویؐ کی توسیع کر دی جائے۔ انہوں نے صحن کی تنگی کی شکایت کی۔ خاص طور پر نماز جمعہ کے اجتماعات پر ایسا کثرت سے ہوتا۔ اکثر ہوتا کہ لوگوں کو مسجد کے باہر والے حصہ میں نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہی تھی کہ پرانی مسجد کو مسمار کر کے اسکی جگہ نئی مسجد تعمیر کر دی جائے۔ پہلی مسجد کو گرا دیا جائے، نئی تعمیر کی جائے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ نے نماز ظہر کے بعد منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ میں مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ نئی مسجد بنانا چاہتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو بھی مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک گھر عطا کر دیتا ہے۔ مجھ سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ تھے ان کے ہاتھوں مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیرِ نَو میرے لیے ایک مثال اور نظیر ہے۔ میں نے صائب الرائے اصحاب سے مشورہ کیا ہے اور ان سب کی متفقہ رائے یہی ہے کہ مسجد نبویؐ کو مسمار کر کے اسے دوبارہ بنایا جانا چاہیے۔

جب حضرت عثمانؓ نے مسجد کی تعمیر نَو کا منصوبہ پیش کیا تو چند صحابہ کرام نے اس معاملے میں اپنے تحفظات پیش کیے۔ ان کا خیال تھا گرانی نہیں چاہیے۔ ان میں وہ صحابہ کرام شامل تھے جو بالکل مسجد نبویؐ کے قریب مقیم تھے اور جن کے مکانات اس منصوبے سے متاثر ہوتے نظر آ رہے تھے۔ عوام کی اکثریت نے تو اس منصوبے کی حمایت کی مگر چند صحابہ کرام نے اعتراض کیا۔ حضرت اَفلَح بن حمید نے بیان کیا کہ جب حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ منبر پر تشریف لا کر لوگوں کی رائے معلوم کریں تو مَرْوَان بن حَکَم نے کہا بلا شبہ یہ ایک نیک کام ہے۔ لہٰذا کیا ضرورت ہے کہ آپ لوگوں کی رائے معلوم کریں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان کی سرزنش کی اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تیرا بھلا ہو مَیں کسی معاملے میں لوگوں پر جبر و اکراہ کا قائل نہیں ہوں۔ مجھے ان سے ضرور مشورہ کرنا ہے۔ آپؓ نے فرمایا میں اپنی رائے کو لوگوں پر مسلط کرنا نہیں چاہتا۔ میں تو جو کام بھی کروں گا ان کی مرضی سے کروں گا۔ پھر جب آپؓ نے اپنے منصوبے کے متعلق اہل الرائے اصحاب کو اعتماد میں لے لیا تو مسجد نبویؐ کی شمالی جانب واقع گھروں کو خرید کر ان کی زمین حاصل کی۔ اگرچہ آپ نے معاوضہ کے طور پر ان اصحاب کو کافی رقوم پیش کی تھیں مگر پھر بھی چند اصحاب اپنے مکانات دینے کے حق میں نہ تھے اور تقریباً چار سال گزر گئے مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ حضرت عُبَیْدُ اللہ خَوْلَانیؓ سے مروی ہے کہ جب لوگ اپنے مکانات دینے کیلئے پس و پیش کر رہے تھے اور دلائل طوالت پکڑتے جا رہے تھے تو میں نے حضرت عثمانؓ کو کہتے ہوئے سنا تم لوگ بہت باتیں بنا چکے۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے مسجد کی تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کے لیے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا۔

اسی طرح حضرت محمود بن لَبِیدؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر نَو کا ارادہ کیا تو لوگوں کو ان کا منصوبہ پسند نہ آیا۔ ان کا اصرار تھا کہ مسجد نبویؐ کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی۔ اس پر آپؓ نے فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے مسجد تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اجر میں اس کیلئے ایسا ہی محل جنت میں تعمیر کروائے گا۔ جب حضرت عثمانؓ لوگوں کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپؓ نے ماہ ربیع الاول 29؍ہجری، نومبر 649ء میں کام کی ابتدا کروا دی۔ تعمیرِ نَو کے کام میں صرف دس ماہ صرف ہوئے اور یوں یکم محرم 30؍ہجری کو مسجد نبویؐ تیار ہو گئی۔ آپؓ بنفس نفیس کام کی نگرانی فرماتے تھے۔ دن کے وقت ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کے وقت اگر نیند مجبور کرتی تو مسجد نبویؐ میں ہی سستا لیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سَفِینہؓ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ مسجد کی تعمیر کیلئے مصالحہ اٹھا اٹھا کر حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لایا جاتا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ ہمیشہ اپنے پاؤں پر کھڑے کھڑے کاریگروں سے کام کرواتے اور پھر جب نماز کا وقت آ جاتا تو ان کے ساتھ نماز ادا کرتے اور پھر کبھی کبھی وہیں سو بھی جایا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کو جنوب میں قبلہ کی جانب وسعت دی اور اس کی قبلہ کی دیوار کو اس جگہ تک لے آئے جہاں کہ آج تک ہے۔ شمالی جانب اس میں پچاس ذرع، تقریباً 25 میٹر کا اضافہ کیا گیا اور کچھ توسیع مغربی جانب بھی کروائی گئی۔ البتہ شرقی جانب جہاں حجراتِ مبارکہ تھے کوئی توسیع نہیں کی گئی۔ اسکے بعد مسجد نبویؐ کا کُل رقبہ 160x150 ذرع یعنی تقریباً 80x75 میٹر ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجد کے دروازوں کی تعداد چھ تھی۔ پہلی مرتبہ مسجد نبویؐ میں پتھروں پر نقش و نگار بنوائے گئے۔ اس میں سفیدی کروائی گئی۔ حضرت خَارِجہ بن زیدؓ کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی شرقی اور غربی دیواروں میں روشن دان رکھوائے تھے۔ مسجد نبویؐ کی توسیع کیلئے حضرت عثمانؓ کو جو مکان لینے پڑے ان میں اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کا حجرہ بھی شامل تھا جن کو اس کا متبادل مکان دیوار قبلہ سے متصل جنوب مشرقی کونے پر دے دیا گیا تھا اور ایک دریچہ کے ذریعہ سے ان کی آمد و رفت حجرے تک ممکن اور آسان بنا دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کے ورثاء سے ان کے مکان کا نصف حصہ ایک لاکھ درہم کے عوض خریدا گیا اور اس طرح دار العباس کا کچھ حصہ خرید کر مسجد نبویؐ میں شامل کیا گیا تھا۔ دیوار قبلہ کو جنوبی جانب لے جانے کے علاوہ سب سے نمایاں فرق جو کہ مسجد نبویؐ میں ہوا وہ یہ تھا کہ محراب نبوی کی جگہ مقام قبلہ بھی اس کی سیدھ میں اتنا ہی آگے لے جانا پڑا جہاں تک دیوار قبلہ لے جائی گئی تھی جو عین اسی جگہ پر تھی جہاں آج کل ہم محراب عثمانی کو دیکھتے ہیں وہاں علامتی محراب بھی بنائی گئی تھی۔ مٹی کے گارے کی جگہ انہوں نے پسا ہوا پتھر استعمال کروایا تھا اور پتھر سے بنے ہوئے ستون میں سیسے کی بنی سلاخیں ڈلوائی گئی تھیں۔ اس بات کا خاص اہتمام رکھا گیا کہ نئے ستون انہی ستونوں کی جگہ استوار کیے جائیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارکہ میں کھجور کے تنے سے بنے ہوئے ستون ہوا کرتے تھے۔

تعمیر میں جو مواد اور طرزِ تعمیر استعمال ہوا وہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ یروشلم میں گنبد صَخرَہ کی تعمیر میں بازنطینیوں نے استعمال کیا تھا۔ چھت شیشم کی لکڑی سے بنائی گئی تھی جو کہ لکڑی کے شہتیروں پر رکھی گئی تھی جو سیسہ پلائے پتھروں کے ستونوں پر استوار تھے۔ چونکہ حضرت عمرؓ کی شہادت محراب نبوی میں نماز کی امامت کرواتے ہوئے ہوئی تھی، اس بات کو یقینی بنانے کیلئے کہ آئندہ کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہو حضرت عثمانؓ نے محراب کے مقام پر ایک مقصورہ (مسجد میں صفوں سے آگے امام کیلئے کھڑا ہونے کی جگہ جس میں منبر بنا ہوتا ہے) تعمیر کروایا جو کہ مٹی کی اینٹوں سے بنا تھا اور اس میں جھروکے اور روزن رکھے گئے تھے تا کہ مقتدی اپنے امام کو دیکھ سکیں۔ یہ پہلا حفاظتی طریقہ تھا جو کہ مسجد نبویؐ میں تعمیر ہوا جو کہ بعد میں دمشق میں خلفائے بنوامیہ کے حفاظتی پروٹوکول کا باقاعدہ حصہ بن گیا تھا۔ (ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 463 تا 465 اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان 2007ء)

(اردو لغت تاریخی اصولوں پر جلد 18 صفحہ 492، زیر لفظ مقصورہ)

یعنی محراب کو دیوار بنا کے محفوظ کیا گیا تھا لیکن مقتدی امام کو دیکھ سکتے تھے۔ بہرحال اس کے بعد پھر مختلف وقتوں میں مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عثمانؓ کو تو میں حضرت سلیمانؑ سے تشبیہ دیتا ہوں۔ ان کو بھی عمارات کا بڑا شوق تھا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں اندرونی فتنے ضرور تھے۔ ایک طرف معاویہ تھے اور دوسری طرف علیؓ اور ان فتنوں کے باعث مسلمانوں کے خون بہے۔ 6 سال کے اندر اسلام کیلئے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اسلام کیلئے تو عثمانؓ تک ہی ساری کارروائیاں ختم ہوگئیں۔ پھر تو خانہ جنگی شروع ہوگئی۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 278)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکی عمارت کی ہو بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیے اور وہاں مسجد کی حد بندی کر دینی چاہیے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو تا کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں کی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس لیے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا اپنے زمانہ میں اسے پختہ بنوایا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمان اور عثمان کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔‘‘ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 119)

مسجد الحرام کی توسیع 26 ہجری میں ہوئی۔ 26 ہجری میں حضرت عثمانؓ نے حرم کے نشانات کی ازسرِنو تجدید کی اور مسجد الحرام کی توسیع فرمائی اور اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد الحرام میں شامل کیے۔ بعض لوگوں نے اپنی رضامندی سے مکانات فروخت کر دیے لیکن بعض اپنے مکانات فروخت کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو ہر ممکن طریقے سے راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے موقِف پر قائم رہے۔ آخر حضرت عثمانؓ کے حکم سے وہ تمام مکانات گرا دیے گئے اور ان کی قیمت آپ نے بیت المال میں جمع کرا دی۔ اس پر ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف شور مچایا تو آپ نے انہیں گرفتار کر کے جیل بھیجنے کا حکم دیا۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ کس بات کی وجہ سے تم میں میرے خلاف یہ جرأت ہوئی ہے؟ اس جرأت کا سبب صرف میرا حلم ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا مگر ان کے خلاف تو تم لوگوں نے کوئی ہنگامہ نہ کیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن خالد بن اُسَید نے حضرت عثمانؓ سے ان ہنگامہ کرنے والوں کے بارے میں بات کی تو انہیں چھوڑ دیا گیا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 92 ثم دخلت سنۃ ست وعشرین .... دار الفکر بیروت 2002ء)

پہلا اسلامی بحری بیڑا بھی 28 ہجری میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بنایا گیا۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں بحری جنگ کی۔ امیر معاویہ نے حضرت عمرؓ سے بھی بحری جنگ کی اجازت مانگی تھی لیکن آپؓ نے اجازت نہیں دی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو امیر معاویہ نے آپ سے بھی بار بار تذکرہ کیا اور اجازت مانگی۔ آخر کار حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ تم خود لوگوں کا انتخاب نہ کرو اور نہ ہی ان کے درمیان قرعہ اندازی کرو بلکہ انہیں اختیار دو۔ پھر جو اپنی خوشی سے اس جنگ میں شامل ہونا چاہے اسے ساتھ لے جاؤ اور اس کی مدد کرو۔ چنانچہ امیر معاویہ نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن قیس جاسی کو امیر البحر مقرر کیا جس نے سمندر میں موسم گرما اور موسم سرما میں پچاس جنگیں کیں اور ان سب جنگوں میں مسلمانوں کا نہ تو کوئی سپاہی ڈوبا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان ہوا۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 97 ثم دخلت سنۃ ثمان وعشرین / ذکر الخبر عن غزوۃ معاویۃ ایاھا)

روایت میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاق میں سب سے زیادہ مشابہت حضرت عثمانؓ کی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! ابوعبداللہ یعنی عثمان سے بہترین سلوک سے پیش آیا کرو کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد الجزء التاسع صفحہ 58، کتاب المناقب باب ماجاء فی خلقہ حدیث نمبر 14500، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

حضرت یحیٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطِبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بات کو مکمل اور خوبصورت رنگ میں بیان کرنے میں حضرت عثمانؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا تاہم آپؓ زیادہ بات چیت سے گریز کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 32، عثمان بن عفان، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1996ء)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت رُقیہؓ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غالباً یہاں حضرت رُقیہؓ کی جگہ حضرت ام کلثومؓ مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ روایت میں ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رُقیہؓ کی وفات ہوگئی تھی اور حضرت ابوہریرہؓ اس کے پانچ سال کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور مدینہ آئے تھے تو حضرت ام کلثومؓ مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کی وفات 9/ہجری میں ہوئی تھی۔ بہرحال یہ روایت ہے کہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو حضرت عثمانؓ کی بیوی تھیں اور ان کے ہاتھ میں کنگھی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے تشریف لے گئے ہیں اور میں نے آپؐ کے سر میں کنگھی کی ہے تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ابوعبداللہ حضرت عثمانؓ کو کیسا پاتی ہو؟ مَیں نے عرض کیا بہت عمدہ۔ آپؐ نے فرمایا: پس تُو بھی ان سے عزت سے پیش آیا کر کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لعلی بن ابوبکر، الجزء التاسع صفحہ 58، کتاب المناقب باب ماجاء فی خلقہ رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 14501، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

حضرت عثمانؓ کا یہ ذکر ابھی یہاں ختم کرتا ہوں۔ آج بھی میں نے کچھ جنازے پڑھانے ہیں۔ ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا جنازہ مبشر احمد رِند صاحب ابن احمد بخش صاحب معلم وقف جدید ربوہ کا ہے جو 10/مارچ کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کا تعلق بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ پیدائشی احمدی تھے۔ 1990ء میں تھرپارکر سے انہوں نے بطور معلم وقف جدید خدمت کا آغاز کیا اور پھر مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں پر معلم اور انسپکٹر کے طور پہ کام کیا۔ جہاں بھی آپ کو بھجوایا گیا ہمیشہ لبیک کہتے رہے اور کبھی کوئی عذر پیش نہیں کیا۔ وقف کو ہمیشہ وفا کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی۔ اپنوں اور غیروں سب نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ انتہائی محنتی، دعا گو، باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے والے، بہترین داعی الی اللہ، اچھے مقرر، بہت ملنسار، مہمان نواز، خوش مزاج اور عاجز انسان تھے۔ ہمیشہ نرم لہجہ رکھتے اور شیریں زبان استعمال کرتے تھے لیکن نظام جماعت اور خلافت کے خلاف کوئی بات سنتے تو ننگی تلوار بن جاتے تھے اور اس وقت تک اس محفل سے نہ اٹھتے تھے جب تک کہ اس شخص کی اصلاح نہ کر لیتے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے چھوٹے بیٹے عزیزم شاذل احمد جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ ثالثہ کے طالبعلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ ذکر منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت ضلع اسلام آباد کا ہے۔ طویل علالت کے بعد 9 مارچ کو ان کی کینیڈا میں، 84 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ 9/1 حصہ کی وصیت کے موصی تھے۔ منیر فرخ صاحب انجینئر کے دادا کا نام حضرت منشی احمد بخش صاحبؓ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ انہوں نے قادیان جا کر جلسہ سالانہ 1903ء میں بیعت کی سعادت پائی تھی۔ ان کے والد کا نام ڈاکٹر چودھری عبدالاحد صاحب تھا جو ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی تھے، ایگریکلچر میں کیا ہوا تھا اور پی ایچ ڈی کرنا اس زمانہ میں بہت ذہین طلبہ کا کام تھا۔ بہرحال انہوں نے پی ایچ ڈی کی۔ آپ کچھ عرصہ امیر جماعت لائل پور کے طور پر بھی خدمت انجام دیتے رہے۔ 1944ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب احمدی نوجوانوں کو خاص طور پر سائنسدانوں کو خدمت دین کیلئے وقف کی تحریک کی تو ڈاکٹر صاحب نے بھی، فرخ صاحب کے والد نے بھی وقف کر دیا اور سرکاری نوکری کو چھوڑ کر مع اہل و عیال قادیان منتقل ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی براہ راست نگرانی میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ حضورؓ نے ان کو ڈائریکٹر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مقرر فرمایا۔ اسکے ساتھ ہی تعلیم الاسلام کالج میں بطور سائنس ٹیچر کے بھی ان کی تعیناتی ہوئی۔

فرخ صاحب نے یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور پھر شروع میں مختلف جگہوں میں کام کیا۔ پھر ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون ڈیپارٹمنٹ حکومت پاکستان میں باقاعدہ سروس

ارشاد باری تعالیٰ

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمۡ يُفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کے اندر کسی کے درمیان تفریق نہ کی یہی وہ لوگ ہیں جنہیں وہ ضرور ان کے اجر عطا کرے گا۔ (النساء: 153)

طالب دُعا: نورالہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ

(سورۃ البیّنۃ: 8)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے یہی ہیں جو بہترین مخلوق ہیں۔

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

کا آغاز کیا۔ دوران سروس آپ نے ملک کے بیشتر شہروں میں خدمات سرانجام دیں۔ متعدد ملکوں میں حکومت پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے۔ 1997ء میں ڈائریکٹر جنرل پاکستان ٹیلی کمیونیکیشنز لمیٹڈ کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ان کی اہلیہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راولپنڈی میں قیام کے دوران قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی اور یہ دور 1974ء کا پُر آشوب دور تھا۔ بہرحال ان کو اس زمانے میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1977ء میں اسلام آباد مستقل رہائش رکھنے کے بعد مختلف خدمات کی ان کو توفیق ملی۔ 1990ء میں بطور نائب امیر اول خدمت کی توفیق ملی۔ پھر جب ریٹائرمنٹ ہوئی تو انہوں نے وقف کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا جو منظور ہوا۔ پھر 1999ء کو بطور امیر جماعت اسلام آباد شہر اور ضلع ان کو خدمت کی ذمہ داری ملی۔ ربوہ میں ان کے جو کام ہیں ان میں ڈائریکٹ ڈائلنگ سہولت مہیا کرنے کیلئے انہوں نے ڈیجیٹل ایکسچینج کے قیام میں کافی کوشش کی اور مرکزی فنانس کمیٹی کے ممبر تھے۔ IAAAE کے ایگزیکٹو ممبر تھے اور مختلف شعبوں میں ان کو اعزازی طور پر بھی اور ویسے بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 1996ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن مقرر فرمایا۔ آخر دم تک یہ اس خدمت پہ کام کرتے رہے۔ 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں جب ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر غیر ملکی مہمانوں کیلئے جلسہ سالانہ کی تقاریر کے ترجمہ کی سہولت کیلئے آغاز ہوا تو احمدی انجینئرز کی ایک ٹیم تیار کی گئی تھی اور اس میں بھی انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا اور نمایاں کام کرنے کی انہیں توفیق ملی اور اس ٹیم کے منتظم اعلیٰ بھی منیر فرخ صاحب ہی تھے۔ اپریل 1984ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انگلستان ہجرت کی تو یہاں یوکے کے جلسہ سالانہ میں بھی باقاعدگی سے ہر سال آتے تھے اور ٹرانسلیشن کا کام ان کے سپرد ہوتا تھا۔ لوگوں تک ٹرانسلیشن پہنچانا اور بڑے احسن رنگ میں انہوں نے یہ کام سرانجام دیا۔ بڑی محنت سے کام کیا کرتے تھے۔ ان کے دورِ امارت میں اسلام آباد میں جماعتی تعمیرات بھی بہت زیادہ ہوئی ہیں۔

ان کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ جماعتی کاموں میں بچوں کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کرتے تھے۔ گورنمنٹ کی ملازمت کرنے کے باوجود جماعت کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ ملازمت سے سیدھا جماعت کے دفتر آتے اور جماعتی ذمہ داریاں نبھاتے۔ ہر سال جلسہ سالانہ یوکے کیلئے خصوصاً چھٹی بچا کے رکھتے تھے۔ ملازمت کے دوران احمدی ہونے کی وجہ سے ان کی پوسٹنگ دور دراز علاقے ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوگئی اور اس وقت کے وزیر اعظم بھٹو صاحب نے کہہ دیا کہ ان کو دوبارہ اسلام آباد نہیں لگانا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا پھر ان کی دوبارہ پوسٹنگ اسلام آباد ہی ہوئی اور وہاں سے پھر ان کو مختلف ممالک میں حکومت کے نمائندے کے طور پر جانے کی بھی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ بریگیڈیئر ریٹائرڈ محمد لطیف صاحب کا ہے جو سابق امیر ضلع راولپنڈی تھے۔ 28/فروری کو 77 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بریگیڈیئر لطیف صاحب نے اپنے والد صاحب کے ہمراہ تقریباً 1955ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ بریگیڈیئر صاحب کے والد 2000ء میں فوت ہوئے تھے۔ اسکے بعد خاندان میں بریگیڈیئر صاحب اکیلے احمدی تھے۔ یعنی ان کے بچوں کے علاوہ۔ ان کی ایک اہلیہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سنہ 2000ء میں اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا سارا وقت جماعتی خدمات بجالانے میں صرف کیا۔ سیکرٹری امور عامہ اور نائب امیر ضلع راولپنڈی تھے۔ 2019ء سے تا وفات 2021ء تک بطور امیر ضلع راولپنڈی خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ تقریباً بیس سال تک ان کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے ہمدرد، غریبوں کا خیال رکھنے والے، جماعتی خدمت کو فضلِ الٰہی سمجھ کر ادا کرنے والے تھے اور اپنے بچوں کو بھی یہی تلقین کرتے رہے۔ آخری بیماری کی شدت میں بھی جماعتی خدمت کیلئے جب بھی مرکز سے کسی بھی عہدیدار نے بلایا فوراً چلے جاتے تھے اور اپنی بیماری کی پروا نہیں کی۔ انہیں کینسر کی بیماری تھی اور اپنا علاج بھی ساتھ ہی کرواتے تھے۔ پھر بھی خدمت پہ ہر وقت حاضر رہتے تھے اور کبھی انکار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم کُونَوک بیگ اومُر بیکُوف (Konokbek Omurbekov) صاحب کا ہے جو قرغیزستان کے احمدی ہیں۔ 22/فروری کو ستاسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ الیاس کُباتوف (Ilyas Kubatov) جو قرغیزستان کے نیشنل پریذیڈنٹ ہیں لکھتے ہیں کہ خاکسار کا مکرم کونوک بیک صاحب سے پندرہ سال سے بھی زیادہ عرصہ کا تعلق ہے۔ مرحوم جماعتِ احمدیہ قرغیزستان کے ابتدائی احمدیوں میں سے ایک تھے۔ مرحوم نے سنہ 2000ء میں احمدیت قبول کی۔ مرحوم بہت مخلص اور وفاشعار احمدی تھے۔ ہمیشہ جماعتی پروگراموں میں حصہ لیتے اور باقاعدگی سے جماعتی چندوں اور دوسری مالی قربانیوں میں حصہ لیتے تھے اور بروقت اپنا وعدہ پورا کرتے تھے۔ بروقت پنجگانہ نماز ادا کرتے اور باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے تھے۔ سوویت یونین کے دور میں اپنی جوانی کے وقت میں مرحوم ملک کی بڑی بڑی تنظیموں اور کاروباری اداروں میں سرکردہ عہدوں پر فائز تھے اور اپنی دیانت داری، شرافت اور محنت کے سبب سب ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ زندگی کے آخری سالوں میں جب کوئی کام وغیرہ نہیں کرتے تھے تو وہ کتابیں فروخت کرتے تھے۔ خاص طور پر اسلامی کتب فروخت کرتے تھے۔ قرغیزستان میں جماعت کی مذہبی سرگرمیوں پر پابندی سے قبل وہ جماعت کی کتب اور جماعتی ترجمہ قرآن لوگوں کو باقاعدہ تقسیم کرتے تھے۔ اپنی تبلیغ کے ذریعہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ مرحوم نے اپنے پیچھے اپنی بیوی اور سات سال کا بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کی یہ دوسری اہلیہ ہیں۔ پہلی اہلیہ سے ان کی طلاق ہوگئی تھی۔ ان کے بھی بچے ہیں۔ ان کی اولاد جوان ہے جو شاید احمدی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ رشین زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہوا تو انہوں نے بعض اغلاط کی نشاندہی کی تو میں نے کہا کہ پھر قرآن کریم کو پورا پڑھیں اور مکمل نشاندہی کریں تو انہوں نے دس پندرہ یوم میں ہی مکمل قرآن کریم کو پڑھ کر ترجمہ پڑھا اور اغلاط کی نشاندہی کردی۔ مبلغ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ نماز کیلئے نہایت اہتمام سے وضو کرتے تھے اور انکو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر رشک آتا تھا۔ مکرم ازگینبائیف آرتور (Uzgenbaev Artur) صاحب کہتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ کونوک بیک صاحب نے ہی مجھے احمدیت کا پیغام پہنچایا تھا۔ کہتے ہیں جب بھی میں سوالات کرتا مجھے حیرت انگیز انداز میں جواب دیتے اور آپ کے جوابات منطق اور عقل و حکمت سے پُر ہوتے تھے۔ مکرم کونوک بیک صاحب بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک، صابر اور بُردبار انسان تھے۔ آپ کے اخلاق اور ان خصوصیات کی وجہ سے ہی میں جماعت میں داخل ہوا۔ جب میں نے روزہ رکھنے کی، نفلی روزہ رکھنے کی اور دعاؤں کی تحریک کی ہے تو یہ پیر کو بھی اور جمعرات کو بھی باقاعدہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کو کہا گیا کہ ہفتہ میں ایک دن رکھا کریں تو انہوں نے کہا کہ میں پیر کو بھی روزہ رکھتا ہوں اور جمعرات کو بھی رکھتا ہوں تا کہ خلافت کی ہر آواز پر لبیک کہنے والا بن جاؤں۔ خلافت کے فدائی تھے۔ خطبہ جمعہ باقاعدہ رشین زبان میں سنا کرتے تھے۔ بڑے عاجز اور خاکسار انسان تھے۔ بڑے خوش مزاج تھے۔ بڑے شوق سے جیسا کہ پہلے بھی کہا دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ سب مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں میں بھی ان کی نیکیاں جاری فرمائے۔

......☆......☆......☆......

صدر انجمن احمدیہ قادیان میں درجہ دوم کی اسامی پر خدمت کے خواہشمند متوجہ ہوں

شرائط: (1) امیدوار کی عمر 25 سال سے زائد نہ ہو (2) امیدوار کی تعلیمی قابلیت کم از کم 10+2 (45 فیصد نمبرات کے ساتھ) ہونی چاہئے (3) امیدوار اردو/انگریزی کمپوزنگ جانتا ہو اور رفتار 25 الفاظ فی منٹ ہو (4) اس اعلان کے بعد 2 ماہ کے اندر جو درخواستیں آئیں گی انہیں پر غور ہوگا (5) درج ذیل نصاب کے مطابق امتحان لیا جائے گا، پرچہ کے ہر جز میں کامیاب ہونا لازمی ہے۔

جز اوّل	❁ قرآن کریم ناظرہ مکمل، پہلا پارہ باترجمہ ❁ چالیس جواہر پارے، ارکان اسلام، نماز مکمل باترجمہ	(30 نمبرات)
جز دوم	❁ کشتی نوح، برکات الدعا، دینی معلومات ❁ مضمون بابت عقائد جماعت احمدیہ ❁ نظم از درّثمین (شان اسلام)	(20 نمبرات)
جز سوم	❁ انگریزی بمطابق معیار انٹرمیڈیٹ (10+2)	(20 نمبرات)
جز چہارم	❁ حساب بمطابق معیار میٹرک	(20 نمبرات)
جز پنجم	❁ عام معلومات	(10 نمبرات)

(6) تحریری امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدوار کا ہی انٹرویو ہوگا (7) تحریری امتحان، کمپیوٹر ٹیسٹ و انٹرویو میں کامیابی کی صورت میں امیدوار کو نور ہسپتال قادیان سے طبی معائنہ کروانا ہوگا اور صرف وہی امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو نور ہسپتال کے طبی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحت منداور تندرست ہوں گے (8) سلیکشن کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا (9) قادیان آمد و رفت کے اخراجات امیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے۔ (**نوٹ:** تحریری امتحان و انٹرویو کی تاریخ سے امیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا)

مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں : نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان پن کوڈ-143516

موبائل: 09682587713, 09682627592 دفتر: 01872-501130

E-mail: diwan@qadian.in

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ

(ترمذی، کتاب البرّ والصلۃ، باب فی معاشرۃ الناس)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور اس کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ حسنۃ او سیئۃ)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یہ وہ آیت ہے جو ہجرت سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل میں آپ پر نازل ہوئی تھی اور جس میں ہجرت اور پھر فتح مکہ کی خبر دی گئی تھی۔ یوروپین مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ ہجرت سے پہلے کی سورۃ ہے اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنی تو کہہ دے میرے ربّ! مجھے اس شہر یعنی مکہ میں نیک طور پر داخل کیجیو یعنی ہجرت کے بعد فتح اور غلبہ دے کر۔ اور اِس شہر سے خیریت سے ہی نکالیو یعنی ہجرت کے وقت۔ اور خود اپنے پاس سے مجھے غلبہ اور مدد کے سامان بھجوائیو۔ اور یہ بھی کہو کہ حق آ گیا ہے اور باطل یعنی شرک شکست کھا کے بھاگ گیا ہے اور باطل یعنی شرک کیلئے شکست کھا کر بھاگنا تو ہمیشہ کیلئے مقدر تھا۔ اس پیشگوئی کے لفظاً لفظاً پورا ہونے اور حضرت ابوبکرؓ کے اِس کو تلاوت کرتے وقت مسلمانوں اور کفار کے دلوں میں جو جذبات پیدا ہوئے ہوں گے وہ لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتے۔ غرض اُس دن ابراہیمؑ کا مقام پھر خدائے واحد کی عبادت کیلئے مخصوص کر دیا گیا اور بت ہمیشہ کیلئے توڑے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل نامی بت کے اُوپر اپنی چھڑی ماری اور وہ اپنے مقام سے گر کر ٹوٹ گیا تو حضرت زبیرؓ نے ابوسفیان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا ابوسفیان! یاد ہے اُحد کے دن جب مسلمان زخموں سے چور ایک طرف کھڑے ہوئے تھے تم نے اپنے غرور میں یہ اعلان کیا تھا اُعْلُ هُبَلْ، اُعْلُ هُبَلْ۔ ھُبَلْ کی شان بلند ہو، ھُبَل کی شان بلند ہو۔ اور یہ کہ ھُبَل نے ہی تم کو اُحد کے دن مسلمانوں پر فتح دی تھی۔ آج دیکھتے ہو وہ سامنے ھُبَل کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا زبیرؓ! یہ باتیں جانے بھی دو۔ آج ہم کو اچھی طرح نظر آ رہا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اس طرح کبھی نہ ہوتا۔

پھر آپ نے خانہ کعبہ کے اندر جو تصویریں حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کی بنی ہوئی تھیں ان کے مٹانے کا حکم دیا اور خانہ کعبہ میں خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کے شکریہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور باہر آ کر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ خانہ کعبہ کی تصویروں کو مٹانے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو مقرر فرمایا تھا؟ انہوں نے اس خیال سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ہم بھی نبی مانتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی تصویر کو نہ مٹایا۔ رسول اللہ صلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اُس تصویر کو قائم دیکھا تو فرمایا عمر! تم نے یہ کیا کیا؟ کیا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا کامل فرمانبردار اور خدا تعالیٰ کی ساری صداقتوں کو ماننے والا اور خدا کا موحد بندہ تھا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے یہ تصویر بھی مٹا دی گئی۔ خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر مسلمانوں کے دل اُس دن ایمان سے اتنے پُر ہو رہے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ان کا یقین اِس طرح بڑھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زمزم کے چشمہ سے (جو اسمٰعیل بن ابراہیم کیلئے خدا تعالیٰ نے بطور نشان پھاڑا تھا) پانی پینے کیلئے منگوایا اور اُس میں سے کچھ پانی پی کے باقی پانی سے آپ نے وضو فرمایا تو آپ کے جسم میں سے کوئی قطرہ زمین پر نہیں گر سکا۔ مسلمان فوراً اُس کو اُچک لے جاتے اور تبرک کے طور پر اپنے جسم پر مل لیتے تھے اور مشرک کہہ رہے تھے ہم نے کوئی بادشاہ دنیا میں ایسا نہیں دیکھا جس کے ساتھ اس کے لوگوں کو اتنی محبت ہو۔

جب آپ ان باتوں سے فارغ ہوئے اور مکہ والے آپ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو آپ نے فرمایا اے مکہ کے لوگو! تم نے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ کے نشانات کس طرح لفظ بلفظ پورے ہوئے ہیں اب بتاؤ کہ تمہارے ان ظلموں اور ان شرارتوں کا کیا بدلہ دیا جائے جو تم نے خدائے واحد کی عبادت کرنے والے غریب بندوں پر کئے تھے؟ مکہ کے لوگوں نے کہا ہم آپ سے اُسی سلوک کی اُمید رکھتے ہیں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ یہ خدا کی قدرت تھی کہ مکہ والوں کے منہ سے وہی الفاظ نکلے جن کی پیشگوئی خدا تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں پہلے سے کر رکھی تھی اور فتح مکہ سے دس سال پہلے بتا دیا تھا کہ تو مکہ والوں سے ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ پس جب مکہ والوں کے منہ سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسفؑ کے مثیل تھے اور یوسفؑ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بھائیوں پر فتح دی تھی تو آپ نے بھی اعلان فرما دیا کہ تَاللّٰهِ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ خدا کی قسم! آج تمہیں کسی قسم کا عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی سرزنش کی جائے گی۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیارتِ کعبہ کی متعلقہ عبادتوں میں مصروف تھے اور اپنی قوم کے ساتھ بخشش اور رحمت کا معاملہ کر رہے تھے تو انصار کے دل اندر ہی اندر بیٹھے جا رہے تھے اور وہ ایک دوسرے سے اشاروں میں کہہ رہے تھے شاید آج ہم خدا کے رسول کو اپنے سے جدا کر رہے ہیں کیونکہ ان کا شہر خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح کر دیا ہے اور ان کا قبیلہ ان پر ایمان لے آیا ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے انصار کے ان شبہات کی خبر دے دی۔ آپ نے سر اُٹھایا، انصار کی طرف دیکھا اور فرمایا اے انصار! تم سمجھتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر کی محبت ستاتی ہو گی اور اپنی قوم کی محبت اس کے دل میں گدگدیاں لیتی ہوگی۔ انصار نے کہا يَا رَسُوْلَ اللّٰه! یہ درست ہے ہمارے دل میں ایسا خیال گزرا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں پتہ ہے میرا نام کیا ہے؟ مطلب یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہلاتا ہوں پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ تم لوگوں کو جنہوں نے دین اسلام کی کمزوری کے وقت میں اپنی جانیں قربان کیں چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جاؤں۔ پھر فرمایا اے انصار! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا میں اللہ کا بندہ اور اُسکا رسول ہوں۔ میں نے خدا کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا تھا اور اس کے بعد اب میں اپنے وطن میں واپس نہیں آسکتا۔ میری زندگی تمہاری زندگی سے ہے اور میری موت تمہاری موت سے وابستہ ہے۔ مدینہ کے لوگ آپ کی یہ باتیں سن کر اور آپ کی محبت اور آپ کی وفا کو دیکھ کر روتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا يَا رَسُوْلَ اللّٰه! خدا کی قسم! ہم نے خدا اور اس کے رسول پر بدظنی کی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے دل اس خیال کو برداشت نہیں کر سکتے کہ خدا کا رسول ہمیں اور ہمارے شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول تم لوگوں کو بری سمجھتے ہیں اور تمہارے اخلاص کی تصدیق کرتے ہیں۔ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے لوگوں میں یہ پیار اور محبت کی باتیں ہو رہی ہوں گی اگر مکہ کے لوگوں کی آنکھوں نے آنسو نہیں بہائے ہوں گے تو ان کے دل یقیناً آنسو بہا رہے ہوں گے کہ وہ قیمتی ہیرا جس سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز اِس دنیا میں پیدا نہیں ہوئی خدا نے اُن کو دیا تھا مگر اُنہوں نے اُس کو اپنے گھروں سے نکال کر پھینک دیا اور اب کے وہ خدا کے فضل اور اُس کی مدد کے ساتھ دوبارہ مکہ میں آیا تھا وہ اپنے وفائے عہد کی وجہ سے اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ واپس جا رہا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ ان کے بعض ظالمانہ قتلوں اور ظلموں کی وجہ سے ان کو قتل کیا جائے ان میں سے اکثر کو مسلمانوں کی سفارش پر آپ نے چھوڑ دیا۔ انہی لوگوں میں سے ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا۔ عکرمہ کی بیوی دل سے مسلمان تھی اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا يَا رَسُوْلَ اللّٰه! عکرمہ کو بھی آپ معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں! ہم اُسے معاف کرتے ہیں۔ عکرمہ بھاگ کر یمن کی طرف جا رہے تھے کہ بیوی اپنے خاوند کی محبت میں پیچھے پیچھے اُس کی تلاش میں گئی۔ جب وہ ساحل سمندر پر کشتی میں بیٹھے ہوئے عرب کو ہمیشہ کیلئے چھوڑنے پر تیار تھے کہ پراگندہ سر اور پریشان حال بیوی گھبرائی ہوئی پہنچی اور کہا اے میرے چچا کے بیٹے! (عرب عورتیں اپنے خاندوں کو چچا کا بیٹا کہا کرتی تھیں) اتنے شریف اور اتنے رحمدل انسان کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ عکرمہ نے حیرت سے اپنی بیوی سے پوچھا کیا میری ان ساری دشمنیوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف کر دیں گے؟ عکرمہ کی بیوی نے کہا ہاں ہاں! میں نے اُن سے عہد لے لیا ہے اور انہوں نے تم کو معاف کر دیا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کیا يَا رَسُوْلَ اللّٰه! میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے میرے جیسے انسان کو بھی معاف کر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے ہم نے تم کو معاف کر دیا ہے۔ عکرمہ نے کہا جو شخص اتنے شدید دشمنوں کو معاف کر سکتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم اس کے بندے اور اُس کے رسول ہو اور پھر شرم سے اپنا سر جھکا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حیا کی حالت کو دیکھ کر اس کے دل کی تسلی کے لئے فرمایا۔ عکرمہ! ہم نے تمہیں صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس سے زائد یہ بات بھی ہے کہ اگر آج کوئی ایسی چیز مجھ سے مانگو جس کے دینے کی مجھ میں طاقت ہو تو میں وہ بھی تمہیں دے دوں گا۔ عکرمہ نے کہا يَا رَسُوْلَ اللّٰه! اور اس سے زیادہ میری خواہش کیا ہوسکتی ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ میں نے جو آپ کی دشمنیاں کی ہیں وہ مجھے معاف کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے میرے اللہ! وہ تمام دشمنیاں جو عکرمہ نے مجھ سے کی ہیں اسے معاف کر دے اور وہ تمام گالیاں جو اس کے منہ سے نکلی ہیں وہ اسے بخش دے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور اپنی چادر اُتار کر اس کے اُوپر ڈال دی اور فرمایا جو اللہ پر ایمان لاتے ہوئے ہمارے پاس آتا ہے ہمارا گھر اُس کا گھر ہے اور ہماری جگہ اُس کی جگہ ہے۔

عکرمہ کے ایمان لانے سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو سالہا سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمائی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں جنت میں ہوں، وہاں میں نے انگور کا ایک خوشہ دیکھا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کیلئے ہے؟ تو کسی جواب دینے والے نے کہا ابوجہل کیلئے۔ یہ بات مجھے عجیب معلوم ہوئی اور میں نے کہا جنت میں تو سوائے مؤمن کے اور کوئی داخل نہیں ہوتا پھر جنت میں ابوجہل کیلئے انگور کیسے مہیا کئے گئے ہیں؟ جب عکرمہ ایمان لایا تو آپ نے فرمایا وہ خوشہ عکرمہ کا تھا خدا نے بیٹے کی جگہ باپ کا نام ظاہر کیا، جیسا کہ خوابوں میں اکثر ہوجایا کرتا ہے۔

وہ لوگ جن کے قتل کا حکم دیا گیا تھا اُن میں وہ شخص بھی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہلاکت کا موجب ہوا تھا۔ اس شخص کا نام ہبار تھا۔ اس نے حضرت زینبؓ کے اُونٹ کا تنگ کاٹ دیا تھا اور حضرت زینبؓ اُونٹ سے نیچے جا پڑی تھیں جس کی وجہ سے اُن کا حمل ضائع ہوگیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہوگئیں۔ علاوہ اَور جرائم کے یہ جرم بھی اس کو قتل کا مستحق بناتا تھا۔ یہ شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں آپ سے بھاگ کر ایران کی طرف چلا گیا تھا پھر میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ سے ہمارے شرک کے خیالات کو دور کیا ہے اور ہمیں روحانی ہلاکت سے بچایا ہے میں غیر لوگوں میں جانے کی بجائے کیوں نہ اس کے پاس جاؤں اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اُس سے معافی مانگوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ہبار! جب خدا نے تمہارے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی ہے تو میں تمہارے گناہوں کو کیوں نہ معاف کروں۔ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا اسلام نے تمہارے سب پہلے قصور مٹا دیئے ہیں۔

اِس جگہ اتنی گنجائش نہیں کہ میں اِس مضمون کو لمبا کروں ورنہ ان خطرناک مجرموں میں سے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی معذرت پر معاف فرما دیا اکثر کے واقعات ایسے دردناک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کو اتنا ظاہر کرنے والے ہیں کہ ایک سنگدل انسان بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 217 تا 224، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(256) **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک شخص گوجرانوالہ کا باشندہ محمد بخش تھانہ دار ہوتا تھا جو سلسلہ کا پرلے درجہ کا معاند تھا اور ہر وقت عداوت پر کمر بستہ رہتا تھا۔ یہ شخص 1893ء سے بٹالہ کے تھانہ میں متعین ہوا اور پھر کئی سال تک اسی جگہ رہا۔ چونکہ قادیان بٹالہ کے تھانہ میں ہے اس لئے اسے شرارت کا بہت اچھا موقع میسر آ گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے زمانہ میں کوئی دقیقہ ایذا رسانی اور مخالفت کا اُٹھا نہیں رکھا۔ حفظ امن کا مقدمہ جو 1899ء میں فیصلہ ہوا اسی کی رپورٹ پر ہوا تھا۔ آخر یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوا اور خدا کی قدرت ہے کہ اب اس کا لڑکا بڑا مخلص احمدی ہے۔ ان کا نام میاں نیاز محمد صاحب ہے جو علاقہ سندھ میں تھانہ دار ہیں۔

(خاکسار بوقت ایڈیشن ثانی کتاب ھٰذا عرض کرتا ہے کہ مجھ سے ڈاکٹر غلام احمد صاحب آئی. ایم. ایس نے جو میاں نیاز محمد صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ بیان کیا ہے کہ ان کے دادا دراصل ابتداء میں ایسے مخالف نہ تھے مگر بٹالہ آ کر بعض لوگوں کے بہکانے میں آ کر زیادہ مخالف ہو گئے۔ لیکن پھر آخری بیماری میں اپنی مخالفت پر کچھ نادم نظر آتے تھے۔ نیز ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ان کے دادا کی وفات طاعون سے نہیں ہوئی تھی بلکہ ہاتھ کے کاربنکل سے ہوئی تھی خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں طاعون سے مرنا بیان کیا ہے۔ سو اگر ڈاکٹر صاحب کی اطلاع درست ہے تو چونکہ ان دنوں میں طاعون کا زور تھا اس لئے ممکن ہے کہ کسی نے ہاتھ کے پھوڑے کی وجہ سے اس بیماری کو طاعون سے تعبیر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیان کر دیا ہو۔ **واللہ اعلم**)

(257) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کی عادت تھی کہ اپنی جماعت کے افراد کی مذہبی حالت کا مطالعہ کرتے رہتے تھے مگر جب آپ کسی میں کوئی اعتقادی یا عملی یا اخلاقی نقص دیکھتے تھے تو عموماً اسے مخاطب فرما کر کچھ نہ کہتے تھے بلکہ موقع پا کر کسی پبلک تقریر یا گفتگو میں ایسی طرز کو اختیار فرماتے تھے جس سے اسکی اصلاح مقصود ہوتی تھی اور پھر اسے مناسب طریق پر کئی موقعوں پر بار بار بیان فرماتے تھے اور جماعت کی اصلاح اندرونی کے متعلق آپ کو از حد فکر رہتا تھا اور اس کیلئے آپ مختلف طریق اختیار فرماتے رہتے تھے اور زیادہ زور دعاؤں پر دیتے تھے اور بعض اوقات فرماتے تھے کہ جو باپ اپنے بچے کو ہر حرکت و سکون پر ٹوکتا رہتا ہے اور ہر وقت پیچھے پڑ کر سمجھاتا رہتا ہے اور اس معاملہ میں حد سے بڑھ کر احتیاط کرتا ہے وہ بھی ایک گونہ شرک کرتا ہے کیونکہ وہ گویا اپنے بچہ کا خدا بنتا ہے اور ہدایت اور گمراہی کو اپنی نگرانی کے ساتھ وابستہ کرتا ہے حالانکہ دراصل ہدایت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسے چاہئے کہ عام طور پر اپنے بچے کی حفاظت کرے اور زیادہ زور دعا پر دے۔ اور خدا سے اسکی ہدایت مانگے۔ نیز حضرت صاحب کا یہ دستور تھا کہ ہدایت کے معاملہ میں زیادہ فکر جڑ کی کرتے تھے اور شاخوں کا ایسا خیال نہ فرماتے تھے کیونکہ حضور فرماتے تھے کہ اگر جڑ درست ہو جاوے تو شاخیں خود بخود درست ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ اصل چیز تو دل کا ایمان ہے جب وہ قائم ہو جاتا ہے تو اعمال خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور کے پاس بعض لوگ ایسے آتے جاتے ہیں جنکی داڑھیاں منڈھی ہوتی ہیں فرمایا تمہیں پہلے ڈاڑھی کی فکر ہے مجھے ایمان کی فکر ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ جو شخص سچے دل سے ایمان لاتا ہے اور مجھ کو واقعی خدا کا بھیجا ہوا سمجھتا ہے وہ جب دیکھے گا کہ میں داڑھی رکھتا ہوں تو اسکا ایمان اس سے خود داڑھی رکھوائے گا۔ اخلاق پر حضور بہت زور دیتے تھے اور اخلاق میں سے خصوصاً محبت، تواضع، حلم و رفق، صبر اور ہمدردی خلق اللہ پر آپکا بہت زور ہوتا تھا اور تکبر، سنگ دلی، سخت گیری اور درشتی کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ تنعم و تعیش سے سخت نفرت تھی اور سادگی اور محنت کشی کو پسند فرماتے تھے۔

(258) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب نے کہ ایک دفعہ کسی کام کے متعلق میر صاحب یعنی میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ مولوی محمد علی صاحب کا اختلاف ہو گیا۔ میر صاحب نے ناراض ہو کر اندر حضرت صاحب کو جا اطلاع دی۔ مولوی محمد علی صاحب کو اسکی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ ہم لوگ یہاں حضور کی خاطر آئے ہیں کہ تا حضور کی خدمت میں رہ کر کوئی خدمت دین کا موقع مل سکے لیکن اگر حضور تک ہماری شکائتیں اس طرح پہنچیں گی تو حضور بھی انسان ہیں ممکن ہے کسی وقت حضور کے دل میں ہماری طرف سے کوئی بات پیدا ہو تو اس صورت میں ہمیں بجائے قادیان آنے کا فائدہ ہونے کے اُلٹا نقصان ہو جائیگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب نے مجھ سے کچھ کہا تو تھا مگر میں اس وقت اپنے فکروں میں اتنا محو تھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ میر صاحب نے کیا کہا اور کیا نہیں کہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے بس ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے، میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اسکی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان لائے اور اسکے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پالیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اسکے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔

(259) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت کی خبر آئی تو ایک طرف تو حضرت صاحب کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہو گیا اور دوسری طرف آپکو پرلے درجہ کی خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دیدی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

(260) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جس وقت مولوی عبداللطیف صاحب واپس کابل جانے لگے تو وہ کہتے تھے کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ میں اب زندہ نہیں رہوں گا۔ میری موت آن پہنچی ہے اور وہ حضرت صاحب کی اس ملاقات کو آخری ملاقات سمجھتے تھے۔ جب رخصت ہونے لگے اور حضرت صاحب ان کو آگے چھوڑنے کیلئے کچھ دور تشریف لے گئے تو وہ رخصت ہوتے ہوئے حضرت صاحب کے قدموں پر گر گئے اور زار زار روئے۔ حضرت صاحب نے ان کو اُٹھنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر وہ آپ کے قدموں پر گرے رہے آخر آپ نے فرمایا **اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ** اس پر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی حسرت کے ساتھ حضرت صاحب سے رخصت ہوئے۔

(خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان دنوں میں چونکہ قادیان میں ریل نہیں آئی تھی۔ آمد و رفت کیلئے بٹالہ اور قادیان کے درمیان کا کچا رستہ استعمال ہوتا تھا۔ اور حضرت صاحب بعض خاص خاص دوستوں کو رخصت کرنے کیلئے اسی راستہ کے موڑ تک یا بعض اوقات نہر تک پیدل چلے جاتے تھے)

(263) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ کا نام نصرت جہاں بیگم ہے اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ان کا مہر میر صاحب کی تجویز پر گیارہ سو روپیہ مقرر ہوا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے نانا جان صاحب کا نام میر ناصر نواب ہے۔ میر صاحب خواجہ میر درد صاحب دہلوی کے خاندان سے ہیں اور پنجاب کے محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ اور قریباً عرصہ پچیس سال سے پنشن پر ہیں۔ شروع شروع میں میر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ مخالفت کی تھی لیکن جلد ہی تائب ہو کر بیعت میں شامل ہو گئے۔

(264) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبد العزیز صاحب ہوتے تھے۔ جو کرم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا ایک دوست تھا جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائداد تھا اور لاکھوں روپے کا مالک تھا مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا جو اُس کا وارث ہوتا۔ اس نے مولوی عبد العزیز صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔ مولوی عبد العزیز نے مجھے بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں تم قادیان جاؤ اور مرزا صاحب سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کیلئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کیلئے کہا۔ آپ نے اسکے جواب میں ایک تقریر فرمائی جس میں دعا کا فلسفہ بیان کیا اور فرمایا کہ محض رسمی طور پر دعا کیلئے ہاتھ اُٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے ایک خاص قلبی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جب آدمی کسی کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کیلئے ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے یا تو اس شخص کے ساتھ کوئی ایسا گہرا تعلق اور رابطہ ہو کہ اسکی خاطر دل میں ایک خاص درد اور گداز پیدا ہو جائے جو دعا کیلئے ضروری ہے اور یا اس شخص نے کوئی ایسی دینی خدمت کی ہو کہ جس پر دل سے اس کیلئے دعا نکلے۔ مگر یہاں نہ تو ہم اس شخص کو جانتے ہیں اور نہ اس نے کوئی دینی خدمت کی ہے کہ اس کیلئے ہمارا دل پگھلے۔ پس آپ جا کر اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کیلئے ایک لاکھ روپیہ دے یا دینے کا وعدہ کرے پھر ہم اس کیلئے دعا کریں گے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ اسے ضرور لڑکا دے دیگا۔ میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جا کر یہی جواب دیا مگر وہ خاموش ہو گئے اور آخر وہ شخص لاولد ہی مر گیا اور اسکی جائداد اسکے دور نزدیک کے رشتہ داروں میں کئی جھگڑوں اور مقدموں کے بعد تقسیم ہو گئی۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے جو مقاصد بیان فرمائے ہیں

وہ زُہد، تقویٰ، خدا ترسی، نرم دلی، محبت و مؤاخات، عاجزی، سچائی وراستبازی اور دینی مہمات کیلئے سرگرمی دکھانا ہے

ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ورنہ اگر یہ نیت اور ارادے اور کوشش نہیں تو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں پھر یہ جلسہ ایک ’معصیت‘ ہے اور ’طریقِ ضلالت اور بدعتِ شنیعہ‘ ہے

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

جلسہ کے مقاصد کی نہایت پُر معارف، بصیرت افروز، اثر انگیز تشریح وتفسیر اور اہم نصائح

ہم میں سے ہر ایک کو خود اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں جو جلسہ پر آنے کا مقصد ہے

اگر پورا کریں گے تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلسہ پر شامل ہونے والوں کیلئے کی گئی دعاؤں کے وارث بنیں گے

ان دنوں میں درود کو خاص طور پر اپنی تمام دعاؤں پر حاوی کرلیں کہ دل کی گہرائی سے نکلا ہوا درود تمام دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بن جاتا ہے،

دشمنانِ احمدیت کے بدارادوں اور منصوبوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کیلئے بہت دعائیں کریں،

اللہ تعالیٰ دشمن کا ہر شر اُن پر الٹا دے، ہر احمدی کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے

حدیقۃ المہدی (آلٹن، یو.کے) میں منعقد ہونے والے جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 22/جولائی 2011ء بروز جمعۃ المبارک

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا افتتاحی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ- اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ- اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ-

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جلسہ کا یہ رسمی افتتاح ہو رہا ہے، آغاز ہو رہا ہے۔ رسمی طور پر اس لئے کہ ہم آج کے خطبہ جمعہ کو بھی جلسہ کا حصہ سمجھتے ہیں اور اس میں شامل ہونے کیلئے اس ملک میں رہنے والے احمدی بڑی کوشش کر کے اپنے جلسے کا سفر شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ڈیوٹی والوں کیلئے آج سے ہی نہیں بلکہ دس پندرہ دن پہلے سے، جب سے یہاں کام شروع ہوا ہے جلسے کے انتظامات میں تیزی آئی ہے، اُس وقت سے اُن کا جلسہ شروع ہو جاتا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں یہ کارکنان اس میں شامل ہیں، اور آج آپ لوگ یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک خوبصورت عارضی شہران کارکنان نے جلسہ کے انعقاد کیلئے کھڑا کر دیا ہے جس میں آپ آرام سے جلسہ سننے کیلئے بیٹھے ہیں۔

آج دنیا میں جہاں جہاں جماعتیں جلسہ سالانہ منعقد کرتی ہیں ایک وسیع انتظام ہے جو جلسہ منعقد کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ کوئی معمولی جلسہ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی خاطر، اللہ اور رسول کی باتیں سننے کیلئے، اپنے نفسوں کی اصلاح کیلئے ایک وسیع اجتماع ہے جو منعقد کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ آج یو۔کے کی جماعت کو ایک بار پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کو پورا کرنے اور افرادِ جماعت کی روحانی پیاس بجھانے کیلئے یہ جلسہ منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو ان دنوں میں یہ بات خاص طور پر اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ جلسہ کے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے ہم نے یہ تین دن گزارنے ہیں، ورنہ ہمارا یہاں آنا فضول اور عبث ہوگا۔ جماعتی انتظامیہ اور کارکنان نے آپ کی سہولیات اور جلسہ کے انتظام کو بہتر سے بہتر کرنے کیلئے اپنی بساط اور طاقت کے مطابق جو کوشش کی ہے اُس کا صحیح بدلہ بھی نہیں دے رہے ہوں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی یہ عاجزانہ کوششیں قبولیت کا درجہ پا کر اُنکو ثواب دلانے کا موجب بنتی ہیں لیکن جو شامل ہونے والے ہیں، اسکا حق ادا نہیں کرتے اور جلسہ کے مقصد کو نہیں سمجھتے۔ اگر یہاں جلسہ پر آنے کیلئے جو آپ کی ذمہ داریاں ہیں اُن کو پورا نہیں کر رہے تو اپنے آپ کو انعامات سے محروم کر رہے ہوتے ہیں۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا ہمیشہ جلسہ کے مقصد کو پیشِ نظر رکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے جو مقاصد بیان فرمائے ہیں وہ زُہد، تقویٰ، خدا ترسی، نرم دلی، محبت و مؤاخات، عاجزی، سچائی وراستبازی اور دینی مہمات کیلئے سرگرمی دکھانا ہے۔ (ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 394)

اس وقت مَیں آپ کے سامنے ان چند باتوں کی مختصر وضاحت کر دیتا ہوں۔ ہم پڑھتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں، کہتے بھی ہیں کہ زہد وتقویٰ ایک مومن کی شان ہے لیکن زہد کی حقیقت پر کم غور کرتے ہیں اور پھر اس کو زندگی کا حصہ بنانے کا بہت کم حق ادا کیا جاتا ہے۔ بہت سے صاحبِ علم بیشک اسکے معنی بھی جانتے ہوں گے لیکن بعض دفعہ ذاتی مفادات اس پر عمل سے اُنہیں بھی روک دیتے ہیں۔ وہ اس پر عمل نہیں کرتے اور جہاں تک عوام کا تعلق ہے، عامۃ المسلمین کا اور ایک عام احمدی کا تعلق ہے ہم زہد کے سادہ معنی یہی جانتے ہیں کہ نیکی ہے۔ لیکن امام الزمان جنہوں نے اس زمانے میں خدا تعالیٰ کی مدد اور تائید سے نئے زمین وآسمان پیدا کرنے ہیں اور کئے ہیں، وہ جب اپنے ماننے والوں کو کسی امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو اُنہیں اُن روحانی خزانوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو نیکیوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے سے ملتے ہیں، اور جن کے حصول سے بندہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بن جاتا ہے۔ دنیاوی خزانے تو خدا تعالیٰ کے قرب کی ضمانت نہیں لیکن یہ روحانی خزانے وہ ہیں جو انسان کی بقا کے بھی ضامن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی بھی ضمانت ہیں۔ لیکن یہ روحانی خزانے اُس کو ملتے ہیں جو ان کے پانے کیلئے پھر اپنی مقدور بھر کوشش بھی کرتا ہے۔ یہ وہ خزانے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہیں۔ پس جب ہم گہرائی میں جا کر آپ کی تحریرات اور ارشادات کو پڑھتے اور سنتے ہیں اور اُن پر غور کرتے ہیں اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اپنے آپ کو نئے روشن راستوں پر چلتا ہوا دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ میں بتا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جلسہ میں آکر زُہد پیدا کرو۔ اور زُہد کیا چیز ہے؟ اسکے معنی آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

زُہد کا مطلب ہے کہ ہر قسم کے جذبات کو قربان کرنا، اپنی دلی خوشی سے کسی دعوے سے دستبردار ہونا، مستقل مزاجی سے کسی بری چیز سے نہ صِرف صَرفِ نظر کرنا بلکہ اُسے رد کرتے چلے جانا، دنیا کی خواہش نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے بعض باتوں سے بچنا جن سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نیکیوں کو اختیار کرنا۔ اپنے معاملے خدا تعالیٰ پر چھوڑنا اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی اپنا مقصود بنا لینا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی ایک لفظ میں ہماری اصلاح کیلئے اُس خزانے کو بند کر دیا ہے جو اگر ہماری زندگی کا حصہ بن جائے تو ہماری دنیا بھی سنور جائے اور دین بھی سنور جائے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے اُسوہ حسنہ بنا کر بھیجا ہے اور فرمایا اس رسول کی پیروی کرو یہ تمہارے لئے نمونہ ہے۔ فرماتا ہے: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (سورۃ الاحزاب:22) تمہارے لئے اُن لوگوں کیلئے جو اللہ اور یومِ آخرت سے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں، اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے اس لئے اسکی پیروی کرو۔

جب ہم آپؐ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو زُہد کا کیا نمونہ نظر آتا ہے۔ اب زہد کے معنوں سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ دنیا میں کوئی دلچسپی ہی نہ ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اسلام میں

رہبانیت نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر لامام رازیؒ جلد 6 جزء12 صفحہ 57 سورۃ المائدۃ:83 لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً......)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا اور اپنے مال کو ضائع کر دینے کا بھی زہد سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی اپنے مال کی پرواہ نہیں کرتا، اُسے ضائع کر دیتا ہے، دنیاوی جھمیلوں سے فرار حاصل کر کے جنگلوں میں چلا جاتا ہے، رشتوں کے حقوق کی ادائیگی سے بچتا ہے تو یہ بھی زُہد کے خلاف ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا حدیث نمبر:4100)

فرمایا زہد یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے خدا کی خاطر جذبات کی قربانی کی جائے۔ اگر کوئی حق چھوڑنا بھی ہے تو خدا کی رضا کے حصول کیلئے چھوڑنا ہے۔ دنیا کی خواہشات کو اللہ کی رضا کے حصول میں روک نہ بننے دینا یہ زُہد ہے۔ دین کی سربلندی کیلئے دولت کو خرچ کرنا اور حقوق العباد کیلئے خرچ کرنا، یہ زُہد ہے۔ اگر دولت کمائے گا ہی نہیں تو دین اور حقوق العباد کیلئے خرچ کس طرح کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے احمدی بھی ہیں جو کروڑوں کماتے ہیں اور اپنے لئے گزارہ کی رقم رکھ کر کروڑوں کی مالی قربانی کرتے ہیں۔ مجھے لکھتے ہیں کہ فلاں کام میں اتنے منافع کی امید ہے اور میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ وہ تمام منافع جو کروڑوں میں ہے کسی جماعتی منصوبے کیلئے دے دینا ہے۔

پس آج جماعت احمدیہ میں یہ خوبصورتی ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی دنیا کی بے رغبتی دنیا سے دور بھاگ کر نہیں ہے بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اپنی جائز خواہشات کو کم کر کے اللہ کے راستے میں یہ دنیا رکھ دیتے ہیں۔ یہ وہ زُہد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ زُہد ہے جو اسلام ہمیں سکھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’دین اور دنیا ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ سوائے اس حالت کے جب خدا چاہے تو کسی شخص کی فطرت کو ایسا سعید بنائے کہ وہ دنیا کے کاروبار میں پڑ کر بھی اپنے دین کو مقدم رکھے۔ ایسے شخص بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص ہزار ہا روپیہ کے لین دین کرنے میں مصروف تھا۔ ایک ولی اللہ نے اُس کو دیکھا اور کشفی نگاہ اس پر ڈالی تو اُسے معلوم ہوا کہ اُس کا دل باوجود اس قدر لین دین روپیہ کے خدا تعالیٰ سے ایکدم غافل نہ تھا۔ ایسے ہی آدمیوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (سورۃ النور:38) کوئی تجارت اور خرید و فروخت اُن کو غافل نہیں کرتی اور انسان کا کمال بھی یہی ہے کہ دنیوی کاروبار میں بھی مصروفیت رکھے اور پھر خدا کو بھی نہ بھولے۔ وہ ٹٹو کس کام کا ہے جو بروقت بوجھ لادنے کے بیٹھ جاتا ہے اور جب خالی ہو تو خوب چلتا ہے۔ وہ قابلِ تعریف نہیں۔ وہ فقیر جو دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشین بن جاتا ہے وہ ایک کمزوری دکھلاتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ ہم کبھی نہیں کہتے کہ عورتوں کو اور بال بچوں کو ترک کر دو اور دنیوی کاروبار کو چھوڑ دو۔ نہیں، بلکہ ملازم کو چاہئے کہ وہ اپنی ملازمت کے فرائض ادا کرے اور تاجر اپنی تجارت کے کاروبار کو پورا کرے لیکن دین کو مقدّم رکھے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 162، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ بیت سے کس طرح زُہد کے معیار قائم کروائے۔ جب فتوحات ہوئیں اور سونے چاندی اور مالِ غنیمت کی فراوانی ہوئی تو پھر بھی اُن کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی طرف توجہ دلائی اور دنیاوی مال غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی میرے آقا اور میرے جان سے پیارے باپ! آپ کے پاس غلام آئے ہیں، آپ تقسیم کر رہے ہیں تو ایک مجھے بھی عطا فرما دیں کہ چکّی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں، پانی کا مشکیزہ اُٹھا اُٹھا کر کمر پر نشان پڑ گئے ہیں۔ آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! ایک تو پہلی بات یہ ہے کہ وہ تو تجھ سے پہلے ہی مستحق لوگوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمہیں مَیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے اور دنیا سے بے رغبت کر دے گی کہ تم سوتے وقت گیارہ دفعہ اَللّٰہُ اَکۡبَر، گیارہ مرتبہ الحمد للہ اور گیارہ مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرو (سنن اَبی داؤد، ابواب النوم، باب فی التسبیح عند النوم، حدیث:5063)

پس جب دنیاوی کاموں سے فارغ ہو کر انسان سونے لگے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو بیان کرنا اور غور کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور غور کرنا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا اور غور کرنا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا بن جاتا ہے۔ بجائے اس سوچ کے کہ آج مَیں نے یہ دنیاوی کام کئے ہیں، یہ فائدے اُٹھائے ہیں اور صبح یہ فائدے اُٹھانے ہیں یا مَیں تو آج اِن اِن چیزوں سے، دنیاوی چیزوں سے محروم رہا ہوں، کس طرح اِن کو حاصل کرنا ہے یہ طریقے سوچتا رہے اور سو جائے، اللہ کو یاد کر کے سوئے اور دن ایمان پر رہتے ہوئے گزرنے پر شکر اور حمد کرے تو یہ زُہد ہے۔ اگر انسان مستقل مزاجی سے برائیوں سے صَرفِ نظر کرے اور عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (سورۃ المؤمنون:4) لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں کہ قرآنی حکم پر عمل کرے، لغویات کو ردّ کرے تو یہ زُہد ہے۔ بداخلاقی اور بیہودہ باتوں سے رُکنا اور اچھی باتوں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا، یہ زُہد ہے۔ اپنی اَناؤں کو دور پھینک کر صلح کی بنیاد ڈالنا، آپس کی رنجشوں کو دور کرنا، یہ زُہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے آپس میں محبت، بھائی چارے اور سلام کو فروغ دینا یہ زُہد ہے۔ پس انسان کا ہر عمل جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہو تو پھر یہ عبادت بن جاتا ہے اور یہی زُہد ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ان کاموں میں سے یہ ایک کام ہے جس کیلئے جلسہ منعقد کیا جاتا ہے تا کہ تمہارے اندر یہ حالت پیدا کی جائے کہ اپنی دنیا کو دین بنا لو اور خدا تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنا لو۔ یہاں آ کر اپنے اندر وہ روحانی گرمی پیدا کرو جو دین کی خاطر دنیا کی خواہشات کو جلا دے اور دین کی خاطر دنیا کمانے کی روح پیدا کرے اور اُسے صیقل کرے۔ پس ایک تو یہ مقصد ہوا جو مَیں نے یہاں ذکر کیا ہے۔

دوسری اہم بات یہ بتائی کہ جلسہ پر آئے ہو تو اس کا تبھی فائدہ ہے جب تقویٰ پیدا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مصرعہ ترتیب دیا کہ ’’ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے۔‘‘ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً یہ مصرعہ نازل ہوا کہ ’’اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے۔‘‘ (الحکم 10/دسمبر 1901ء جلد5، نمبر45، صفحہ3 کالم نمبر1)

قرآنِ کریم میں تقویٰ پر چلنے اور اس کے حوالے سے بیشمار احکامات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہوئی تعلیم اور کتاب کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے آئے ہیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تقویٰ جو دین کی بنیاد ہے اور جس کے گرد تمام قرآنی احکامات گھومتے ہیں، اگر انسان اس کو پکڑ لے تو حقیقی مومن بنتا ہے۔ اس لئے اپنے ماننے والوں کو بھی بتا دو کہ اگر حقیقی مومن بننا ہے تو یہ تقویٰ ہی ہے جس کی جڑ دلوں میں قائم کرنی ہے۔ اگر یہ قائم ہو گئی تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے مقصدِ پیدائش کو حاصل کر لیا۔ نیکیاں بھی وہی فائدہ دیں گی جو تقویٰ پر بنیاد رکھتے ہوئے ہوں۔ عبادتیں بھی وہی کام آئیں گی جن کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے بچنا، اور یہی اصل نیکی ہے۔ کسی ایک نیکی کو کرنے والا اگر نیکی کر کے اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگ جائے تو وہ نہ ہی نیکیوں میں ترقی کر سکتا ہے، نہ ہی تقویٰ کے اُس معیار پر پہنچ سکتا ہے جس پر اللہ اور اُس کا رسول ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی یہ نشانیاں بتائی ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت ہے، اللہ فرماتا ہے:

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰـكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ ۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّکٰوةَ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ (البقرۃ:178) کہ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی اُسی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یومِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال دے اُس کی محبت رکھتے ہوئے اقرباء کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو، نیز گردنوں کے آزاد کرانے کی خاطر اور جو نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور وہ جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جب وہ عہد باندھتے ہیں اور تکلیفوں اور دکھوں کے دوران صبر کرنے والے ہیں، اور جنگ کے دوران بھی، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے صدق اختیار کیا اور یہی ہیں جو متقی ہیں۔

اس آیت میں پہلی بات تو یہ بتا دی کہ نیکی کے کچھ لوازمات ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہی ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے نمازی بھی ہیں جن کی نمازیں اُن کیلئے ہلاکت ہیں، اُن کے منہ پر ماری جائیں گی۔ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ بہت اہم حکم ہے کہ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہؐ حدیث نمبر:1) کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ پس یہ ایک اصولی بات ہے کہ حقیقی نیکی وہی ہے جو اس نیت سے کی جائے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے کرنی ہے اور اس اصول کو سامنے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ

اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی

(ملفوظات، جلد1، صفحہ68)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپور، صوبہ تامل ناڈو)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

معرفت بھی وہی فائدہ بخش ہو سکتی ہے جس سے انسان میں ایک تبدیلی بھی پیدا ہو

پس کامل معرفت کی تلاش کرنا شرط ہے اور وہ اس راہ سے میسّر آ سکتی ہے جو راہ انبیاء دنیا میں لائے

(ملفوظات، جلد5، صفحہ592)

طالبِ دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع و افرادِ خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

رکھتے ہوئے کی گئی نیکی خدا کی مخلوق کے فائدے کیلئے ہوگی نہ کہ نقصان پہنچانے کیلئے۔ اگر ایک طرف تو یہ زعم ہو کہ ہم بہت نمازیں پڑھنے والے اور مسجدوں میں جمع ہونے والے ہیں اور دوسری طرف جیسا کہ آجکل پاکستان اور دنیا کے بعض ممالک میں مساجد میں ہو رہا ہے کہ احمدیت کے خلاف زہر اُگلا جا رہا ہے۔ خدا کے نام پر عبادت کیلئے آنے والے، یہ نام نہاد عبادت کیلئے آنے والے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور احمدیوں کے خلاف اپنے نام نہاد علماء کی دشنام طرازیاں نمازوں کے بعد یا پہلے سنتے ہیں تو ایسے امام بھی اور ایسی نمازیں بھی بیشک قبلہ رو ہو کر تو پڑھی جاتی ہیں۔ یہ لوگ قبلہ رُو ہو کر تو کھڑے ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک یہ نیکیاں نہیں ہیں کیونکہ دوسروں کے جذبات سے کھیلا جا رہا ہے، دوسروں کی جانوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا ہے، سارے قرآنِ کریم میں ایک جگہ بھی نہیں ہے کہ تم میری مخلوق پر ظلم کرو، انسانی قدروں کی پامالی کرو، ظلم و بربریت کے بازار گرم کرو۔ وہ نمونے دکھاؤ جو مخالفینِ انبیاء کا شیوہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا مسجد میں آنا یا ظاہری طور پر رکوع و سجود کرنا کوئی نیکی نہیں، اس لئے کہ یہ تقویٰ سے دور ہے۔ پس ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے لوگوں کی صف سے باہر کر دیا ہے۔ پس حقیقی نیکی کی تلاش ایک مومن کا خاصہ ہے اور یہ اخلاص اور سوز و گداز کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے حضور کئے گئے رکوع و سجود سے پیدا ہوتی ہے، نہ کہ ظلم و بربریت کی منصوبہ بندی سے۔ ذکرِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے پیدا ہوتی ہے جس میں نفس کی ملونی نہ ہو۔ مخلوقِ خدا سے ہمدردی اور اُن کے حق کی ادائیگی کا نام حقیقی نیکی اور تقویٰ ہے۔ حقیقی تقویٰ پر چلنے والا غریبوں، یتیموں اور بیکسوں کی محبت میں ترقی کرتا ہے، نہ کہ اُن کے حقوق کی پامالی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روحانیت میں اگر ترقی چاہتے ہو اور نیکیوں کی حقیقت اگر سمجھنا چاہتے ہو تو ایمان باللہ میں ترقی کرو۔

دوسری بات کہ یومِ آخرت پر ایمان، یہ یومِ آخرت پر ایمان تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ فرشتوں پر ایمان بھی ایک حقیقی مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ پھر کتاب پر ایمان ہے اور نبیوں پر ایمان ہے۔ اب کسی کا یہ کہنا کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں، ہم ان ارکان پر ایمان لانے والے ہیں، اُسکو تقویٰ کی راہوں پر نہیں چلا دیتا۔ جب تک ایک حقیقی مومن اپنے ایمان کی حالت کا عملی اظہار نہ کرے اور اس عملی حالت کا اظہار یہ ہے کہ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ (سورة البقرة: 178) کہ مال، اُسکی محبت رکھتے ہوئے خرچ کرے۔ آجکل کے مادی زمانے میں خاص طور پر ضروریات بھی مختلف نوع کی ہو چکی ہیں اور خواہشات بھی بڑھ چکی ہیں۔ اب محبت رکھتے ہوئے خرچ کرنے کے بھی کئی معنی ہیں لیکن بہر حال یہاں مَیں کچھ بیان کرتا ہوں۔ انسان کی خواہشات بڑھ چکی ہیں، اُس پر مستزاد یہ کہ ٹی وی، میڈیا، سڑکوں پر اشتہارات انسان کی توجہ نئی نئی ایجادات اور سہولتوں کی طرف کرواتے ہیں اور ہر کوئی خواہش کرتا ہے کہ یہ بھی میرے پاس ہو اور یہ بھی میرے پاس ہو۔ اور وسائل محدود ہوتے ہیں۔ اب یہاں مال کے خرچ کی ترجیح دیکھنی ہوگی۔ اگر تو مال کی محبت اور اپنی ذاتی ترجیحات مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں روک بن گئی تو انسان تقویٰ سے دور ہو گیا۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جن کے وسائل محدود نہیں لیکن مال کی محبت اُنہیں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روک رہی ہوتی ہے۔ پھر بعض دفعہ انسان اپنا مال کسی نیک کام میں خرچ تو کر دیتا ہے لیکن چٹّی سمجھ کر کرتا ہے۔ یہ خرچ بھی مجبوری کا خرچ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ کے حصول کیلئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خوش دلی سے ہونا چاہئے، نہ کہ کسی سیکرٹری مال یا عہدیدار کے مجبور کرنے پر۔ بلکہ ایک حقیقی مومن کے دل میں یہ تڑپ ہوتی ہے اور ایک شوق ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور مال خرچ کر کے اُسے خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں ایسے ہزاروں افراد مرد اور خواتین ہیں بلکہ بچے بھی ہیں جو اپنا مال دلی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ بغیر توجہ دلانے پر خود آ کر پیش کرتے ہیں، بلکہ کئی بچے میرے پاس آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ہم نے اپنے جیب خرچ کی تمام رقم فلاں مدّ میں دے دی ہے یا فلاں مدّ میں دینا چاہتے ہیں۔ تو یہ ایمانی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بعض اُن چیزوں کی طرف بھی توجہ دلا دی جہاں خرچ کرنا ہے کہ اقرباء پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر، سوال کرنے والوں پر اور گردنوں کے آزاد کروانے یعنی غلامی اور ناجائز قید سے نکالنے والوں کیلئے بھی خرچ کرو۔ پھر دینی ضروریات کیلئے مالی قربانی کی بھی اَور جگہ توجہ دلائی گئی ہے۔ مال کی محبت ہوتے ہوئے دینی ضروریات کیلئے خرچ کرو۔ اور یہ خوبصورتی آج صرف جماعت احمدیہ میں ہے کہ ہر کام کیلئے منظم طور پر مالی قربانی کی وصولی اور خرچ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جلسہ پر جب لوگ آتے ہیں تو پھر ایک نئی روح کے ساتھ اس قربانی میں حصہ لیتے ہیں اور یہ تقویٰ میں ترقی کا باعث ہے۔

پھر ایک بہت اہم کام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہاری روحانی ترقی کیلئے تمہاری عبادت کی عملی حالت جو نماز کے قیام کی صورت میں ہے اس پر توجہ دو، اور اَقَامَ الصَّلٰوةَ جہاں نماز باجماعت کا قیام ہے وہاں اپنی توجہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے ہوئے نمازوں کی ادائیگی کرو۔ پہلے میں نے مثال دی کہ ایسی نمازیں بھی ہیں جو اُلٹائی جاتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کرنے والوں کی نمازیں نہیں ہیں۔ اگر نماز میں خیالات منتشر ہوتے بھی ہیں تو اَقَامَ الصَّلٰوةَ کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں بار بار توجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مرکوز کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور جب بہت سارے لوگ ہوں اور نیکیوں کے حصول کی طرف توجہ ہو، جس طرح ہم یہاں جلسے پر جمع ہوتے ہیں، پھر نمازوں کی لذت کی طرف توجہ ہو، تو پھر ہر ایک دل میں خیال آتا ہے اور آنا چاہئے کہ میں بھی ان نیکی کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ ایک دوسرے کے نمونے دیکھے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ بعد میں خط لکھتے ہیں کہ جلسے پر ہمیں عبادت کا خاص لطف آیا اور ایک خاص ماحول تھا جس سے ہمیں بڑا فائدہ ہوا۔ پس جب یہ مزا اور لُطف آئے تو پھر یہ حقیقی تقویٰ ہے اُسے پھر ہر ایک کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہئے۔

پھر زکوٰۃ دینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پہلے بھی مال کی محبت رکھتے ہوئے بعض خرچوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اب پھر زکوۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نماز کے قیام کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا ایک تو یہ ہے کہ جہاں تم اپنی عبادتوں سے حقوق اللہ کی ادائیگی کرتے ہو وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی سے حقوق العباد کا بھی خیال تمہارے ذہن میں ہر وقت رہنا چاہئے، ورنہ اگر تم حقوق العباد ادا نہیں کر رہے تو تمہارے حقوق اللہ اور عبادتیں بھی ضائع ہو سکتی ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ ہیں جیسا کہ مَیں نے پہلے مثال دی جنکی نمازیں اُن پر الٹائی جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات حقوق العباد، حقوق اللہ سے بڑھ جاتے ہیں۔ اگر حقوق العباد کی ادائیگی نہیں ہے تو حقوق اللہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم تو یہ ہے کہ اُس کے بندوں کے بھی حقوق ادا کئے جائیں۔

دوسرے دوبارہ زکوٰۃ کی صورت میں مال کی قربانی کی طرف توجہ دلائی کہ پہلی تو طوعی قربانی تھی کہ تم مال کی محبت نہ رکھتے ہوئے وہ کرو، لیکن چند لوگوں کی خدمت کر کے یا چند ایک کی مالی مدد کر کے، صدقہ دے کر جو تم نے کر لی ہے یہ نہ سمجھو کہ اب ہمیں لازمی چندوں کی ضرورت نہیں ہے اور مالی قربانیوں کی ضرورت نہیں ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کی ضرورت نہیں ہے۔ زکوٰۃ دینا تو لازمی چیز ہے۔ ہر صاحبِ مال پر اُس کی ادائیگی بہر حال فرض ہے۔ پہلی مالی قربانی تو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اپنے طور پر بھی دی جا سکتی ہے جیسا کہ میں نے کہا لیکن یہ مالی قربانی جماعتی طور پر کرنی لازمی ہے تاکہ منظم رنگ میں بھی بیت المال کا نظام قائم ہو اور جماعتی سطح پر بھی جہاں حقوق العباد ادا ہو رہے ہوں وہاں جماعتی ضروریات بھی پوری ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ایک مومن کی تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کے حصول کی طرف رہنمائی فرما دی۔

اور پھر اس کے بعد اپنے عہدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس میں ہر طرح کے عہد شامل ہیں۔ ایک وہ معاہدے جو لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں، چاہے وہ کاروباری معاہدے ہیں یا آپس کے معمولی معاہدات ہیں۔ اگر حقیقی متقی بننا چاہتے ہو تو اُن کا پاس کرنا، اُن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اور پھر یہی نہیں ایک تقویٰ پر چلنے والے کیلئے ملکی قانون کی پاسداری بھی ضروری ہے، سوائے اسکے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے ٹکرانے والا ہو، جیسا کہ پاکستان میں جماعت کے خلاف بعض قانون ایسے بنے ہوئے ہیں جو ہمیں ہمارے مذہبی شعائر کی ادائیگی سے روکتے ہیں۔ یہ قانون کی پاسداری جو ہے یہ بھی ایک شہری کا فرض ہے اور ایک عہد کی پابندی ہے کہ وہ اپنے معاشرے اور ملک کی بہتری کیلئے کام کرے گا۔ اسی طرح ایک عہد دین پر عمل کرنے کا ہے۔ اور ایک احمدی اس عہد کو کئی مرتبہ مختلف موقعوں پر دہراتا ہے۔ اور یہ عہد کی پابندی بھی تقویٰ سے قریب لانے والی ہے۔

پھر تکلیفوں اور دُکھوں میں صبر کرنا۔ صبر بھی ایک بہت بڑا خُلق ہے۔ اسکی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بہت بشارتیں دی ہیں۔ اس صبر کا اظہار ایک تو جماعتی رنگ میں ہے جو دنیا میں رہنے والا ہر احمدی جس جگہ بھی ہے اُسے مخالفین کے ظلموں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ صبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی یہ ایک امتیازی شان ہے جو دنیا کے ہر

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی نوجوان کو خاص طور پر یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آج کل کی برائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اسکے جال میں نہ پھنس جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جنوری 2010ء)

طالبِ دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے عہد کو نبھاتے ہوئے، اپنی بیعت کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حقیقی ایمان لانے والوں میں شامل ہوں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جنوری 2010ء)

طالبِ دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

شریف الطبع شخص کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی اور اس میں تمام دنیا میں ایک احمدی ہے جس کا کوئی دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن آپس کے معاملات میں صبر کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اس کی بہت ضرورت ہے۔ جلسے کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے اس صبر کے حصول کی بھی بہت دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن باتوں کا اس آیت میں بیان ہوا ہے اگر ایک مومن ان پر عمل کرے گا تو وہ یقیناً صدق و وفا کے ساتھ تقویٰ پر چلنے والا ہے۔ یہ چند باتیں میں نے تقویٰ کے حوالے سے مختصر ذکر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیشمار جگہ مختلف رنگ میں تقویٰ کی وضاحت فرمائی ہے۔ پس ایک حقیقی مومن کا کام ہے کہ حقیقی تقویٰ کے حصول کی کوشش کرے جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کا انعقاد فرمایا تھا اور حقیقی تقویٰ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ ہے کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ اور برائی سے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے بچنا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جلسے کا ایک مقصد خدا ترسی پیدا کرنا بھی ہے۔ خدا ترسی یا خدا سے ڈرنا بھی اُس وقت ہوتا ہے جب ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو یا تقویٰ دل میں پیدا ہو۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جلسے کا ایک مقصد نرم دلی پیدا کرنا بھی ہے۔ اگر یہ پیدا نہیں ہوتی تو جلسے پر آنا بے مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات کے لوگوں کو مغفرت کی اور جنتوں کی خوشخبری دی ہے اُن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے بارے میں فرمایا، وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (سورۃ آل عمران: 135) اور غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ غصہ کو دبانے والے اور معاف کرنے والے اور دوسروں سے رحم کا سلوک کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں جن کے دل نرم ہوں۔ پتھر دل اور غصیلا کبھی یہ عمل کر ہی نہیں سکتا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ آل عمران: 135) کہ اللہ تعالیٰ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔ غصہ دبانا اور معاف کرنا ایک بہت بڑا خُلق ہے۔ یعنی جائز غصے کو بھی دبانا اور خدا کی رضا کیلئے احسان کرتے ہوئے معاف کرنا اور یہ خُلق اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ جو احسان کرتے ہوئے یہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن کیلئے مغفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ ان کے ذریعے سے جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ غصہ دبانا بذاتِ خود ایک بہت بڑا خُلق ہے۔ لیکن جب غصہ دبانے کے ساتھ انسان کسی کو سچے دل سے معاف کرے اور دل میں کسی قسم کی کدورت نہ رکھے، یہ حقیقی عفو ہے اور یہ دل کی نرمی ہے۔ پس یہ نمونے ہیں کہ اپنے دلوں کو ہر قسم کی کدورتوں سے بالکل پاک کرو، اور نہ صرف پاک کرو بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر احسان کا بھی سلوک کرو۔ حدیث میں آتا ہے کہ تحفہ دینے سے محبت بڑھتی ہے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب حسن الاخلاق، باب ماجاء فی المھاجرۃ حدیث نمبر: 1685) پس معاف کرنے کے بعد جب تحفے دیئے جائیں تو پھر غلطی کرنے والا بھی شرمندہ ہو جاتا ہے اور کسی نہ کسی کو یہ قدم اُٹھانا چاہئے۔ اگر خود معاف کرنے والا یہ قدم اُٹھائے گا تو معاشرے میں خوبصورت اور حسین احساسات اور جذبات پیدا ہوں گے۔ آپس کا تعلق اور محبت پیدا ہوگی۔ ہمارے جلسوں میں، اجتماعات میں یہ نرمی اور آپس کی محبت غیروں کو بہت زیادہ نظر آتی ہے۔ ایک ڈسپلن نظر آتا ہے۔ اگر روزمرہ کی زندگی میں بھی یہ نمونے نظر آنے لگ جائیں تو انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی ہر شخص پر اللہ تعالیٰ کے فضل پہلے سے بڑھ کر نازل ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر غصے کا ایک گھونٹ پی لینا اتنا بڑا اجر رکھتا ہے کہ وہ دوسری کسی بھی چیز کا نہیں ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 1 صفحہ 826، مسند عبداللہ بن عباسؓ حدیث نمبر: 3017)

ایک مرتبہ آپؐ سے کسی نے درخواست کی کہ کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ نے کئی مرتبہ دہرایا کہ غصہ میں مت آؤ، غصہ میں مت آؤ۔ (بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب حدیث نمبر: 6116)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ (بخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، حدیث نمبر: 6126)

ہمارے سامنے اس خُلق کے اظہار میں صحابہ کے کیا نمونے تھے؟ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کو بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسین کے غلام سے غلطی ہو گئی۔ آپ اُس غلام کو سزا دینے کیلئے بڑھے، یا تیز نظر سے دیکھا اُس نے فوراً کہا: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آل عمران: 135) یہ سُن کر حضرت امام حسن نے کہا: ٹھیک ہے میں نے غصّے کو دبا لیا۔ یہ سُن کر اُس غلام نے کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران: 135) کہ جو غصہ کو دبانے والے ہیں وہ لوگوں سے درگزر کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اعلیٰ اخلاق تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتائے ہیں کہ پوری رضامندی کے ساتھ معاف کیا جائے۔ اس پر حضرت امام حسن نے کہا: تجھ سے ایسے ہی عفو کا سلوک میں نے کیا، میں نے معاف کیا۔ پھر اُس نے کہا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران: 135) یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ ہوتے ہیں جو عفو کے بعد پھر اس سے بڑھ کر نیکی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ (ماخوذ از ملفوظات، جلد 1، صفحہ 115، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کیلئے یہ نمونے اختیار کرنے پڑتے ہیں کہ اللہ کے نام پر دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ اصل مقصود اپنی اَناؤں کی تسکین نہیں، اپنے بدلے لینا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور یہی ایک مومن کا شیوہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اُسی صورت میں ہوگی جب اُس کی خشیت ہوگی، ورنہ اگر ذرا ذرا سی بات پر بدلے لینے والے بن جائیں اور ذرا ذرا سی بات پر انسان غصہ دکھانے والا بن جائے تو دل سخت ہوتے چلے جاتے ہیں اور پھر اپنوں اور غیروں سب سے سخت دلی کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک مجمع میں جہاں بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو تکلیف کا باعث ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں ایسے موقعوں پر عفو اور نرم دلی کا اظہار ایک مومن کی شان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہاں آئے ہو تو یہ خُلق بھی اپنے اندر پیدا کرو اور اُس کے معیار بڑھاؤ۔ بعض دفعہ لوگ یہاں بھی آتے ہیں، بعض پُرانی رنجشیں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آپس میں تُو تُو میں میں ہو جاتی ہے اور لڑائیاں بھی ہو جاتی ہیں تو جلسے کا ماحول اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ خُلق جو ہے ایک احمدی کے اندر بہت زیادہ ہونا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اُس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اُسکی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔'' (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 132، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے فرمایا کہ ''یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اُسکی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اُس کی عقل موٹی اور فہم کُند ہوتا ہے۔ اُس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔'' (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 104، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور پھر صرف غصہ کو دبانا ہی نرم دلی نہیں ہے بلکہ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر پریشانیوں میں مبتلا دیکھ کر اُن کیلئے ہمدردی کے جذبات دل میں آنا، اُن کی مدد کیلئے آگے آنا، یہ وہ ہمدردی اور دل کی نرمی کے جذبات ہیں جو ایک مومن کا حصہ ہیں اور جو ایک مومن میں پیدا ہونے چاہئیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جلسے کا ایک مقصد آپس میں محبت و مواخات پیدا کرنا ہے۔ مومنوں کی ایک خوبی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کہ آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے ہیں۔ آپس کا رحم محبت و پیار میں بڑھتا ہے۔ جب دونوں طرف سے اس وصف کا اظہار ہو رہا ہو تو لازمی نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ محبت و پیار بڑھے گا۔ بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ تم آپس میں ایسے ہو جاؤ جیسے ایک ماں کے پیٹ سے دو بھائی۔ (ماخوذ از کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 13) یعنی یہ رحم کا رشتہ رحمی رشتہ بن جائے۔ گو بعض دفعہ سگے بہن بھائی بھی دلوں کی سختی کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں کئی معاملے ایسے بھی آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر بھی رحم کرے۔ لیکن عموماً رحمی رشتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب دلوں کی نرمی تمہارے اندر پیدا ہو جائے تو عفو اور حسنِ سلوک سے آگے ترقی کرو اور رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کے نظارے دکھاؤ۔ دلوں کی نرمی میں ایک دوسرے کیلئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں — خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں — حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں — بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا — یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

رحم کے جذبات موجزن ہوں۔ پیار، محبت، اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو۔ اور یہ اس لئے کہ حقیقی مومن ہمیشہ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (الفتح:30) کی کوشش میں رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اُسکی رضا کے بھوکے ہوتے ہیں۔ رکوع اور سجود جہاں اس مقصد کے حصول کیلئے ہوتے ہیں وہاں وہ آپس کی محبت اور رحم کے سلوک بھی ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کر رہے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج جبکہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں، مَیں اُنہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب باب فی فضل الحب فی اللہ تعالیٰ حدیث نمبر:6548)

پس آپس میں محبت اور مؤاخات قائم کرنے والے کا یہ مقام ہے۔ یہی وہ بات ہے جو بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا باعث بنتی ہے۔ کون بدنصیب ہے جو چاہے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت سے محروم رہوں، اُس میں نہ آؤں۔ یقیناً کوئی عقل و شعور والا انسان، جس کو خدا تعالیٰ پر یقین اور ایمان ہو، ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ پس دیکھیں اللہ تعالیٰ کس کس طرح اپنے بندوں پر احسان کر رہا ہے۔ لیکن اگر ہم ذرا ذرا سی بات پر اس رحم اور اخوت کے رشتے کو توڑنے لگ جائیں تو بدبختی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے جو اپنی رنجشوں اور لڑائیوں کو مہینوں اور سالوں پر منتج کر دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعثت کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آپس کی محبت و اخوت کو قائم کروتا کہ ایک ایسی جماعت قائم ہو جو محبت و اخوت کی مثال ہو، اور اس لئے آپ نے جلسہ سالانہ کے مقاصد میں سے ایک محبت و مؤاخات رکھا ہے جس کے پیدا کرنے کیلئے ہم میں سے ہر ایک کو بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ آپس کی رنجشوں اور ناراضگیوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ختم کرنا چاہئے تاکہ جہاں ہم ذاتی طور پر روحانیت میں ترقی کرنے والے بنیں وہاں جماعتی ترقی میں بھی حصہ دار بن رہے ہوں۔

پھر ایک اعلیٰ خُلق جس کی طرف آپ نے ہمیں توجہ دلائی وہ عاجزی ہے۔ یہ خُلق بھی اُس وقت نکھرتا ہے جب لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ انسان بے شک اپنی عاجزی کے دعوے کرتا رہے کہ میں آپ کا خادم ہوں، بندہ ناچیز ہوں، بیشک یہ کہتا پھرے لیکن جب موقع آئے تو پھر تکبر اور بڑائی عود کر آتی ہے۔ تو یہ ایک مومن کا شیوہ نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ (سورۃ الفرقان:64) کہ اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔

پس ایک حقیقی مومن جو عباد الرحمن بننا چاہتا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ عام حالات میں بھی اُن کی حالتوں سے عاجزی ٹپکتی ہے اور جب ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو جاہل ہیں، جذبات کو انگیخت کرنا چاہتے ہیں تب بھی یہ عاجزی کی حالت قائم رہتی ہے۔ کسی کی عاجزی کا اُسی وقت صحیح پتہ چلتا ہے جب اُسکے جذبات کو انگیخت کیا جائے، بھڑکایا جائے، جب مقابلے کی صورت پیدا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے ہی ایک موقعے پر حق کو سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جب مقابلے سے دستبرداری کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ ”تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں۔“ (تذکرۃ، صفحہ 595، ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ وہ عاجزی اور عاجزانہ راہیں ہیں جو ہر احمدی کیلئے نمونہ ہیں اور ان کو اپنانا چاہئے کہ جھوٹی غیرت اور اَناؤں سے بچتے ہوئے رحمان خدا کے حقیقی عبد کا اظہار کرتے ہوئے جاہلوں کے مقابل پر عاجزی ہی دکھانی ہے۔ برائی کا جواب بجائے برائی سے دینے کے، اُن کی اصلاح کی نرمی اور حکمت سے کوشش کی جائے۔ اگر پھر بھی اصلاح نہیں کرتے تو بجائے تُوتکار اور غیرت میں آنے کے، جس سے فساد بڑھے سلام کر کے اُن سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اپنے جذبات پر قابو پانا بہت بڑی بات ہے۔ اس لئے اس کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ نے بہت دیا ہے ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ تکبر، بڑائی اور جھوٹی غیرت ہی ہے جو لڑائیوں کو طول دیتی ہے۔ یہاں رحمان خدا کے بندے کہہ کر یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جو تمام بڑائیوں کا مالک ہے، بہت بڑا ہے وہ اپنی رحمانیت دکھاتے ہوئے تمہیں معاف کرتا ہے، تمہارے سے درگزر کرتا ہے، کتنی ہی باتیں تم سے سرزد ہو جاتی ہیں جن سے وہ صَرفِ نظر کرتا ہے تو تم جو اُس کے عاجز بندے ہو اپنی عاجزی کے اظہار اپنی رویّوں سے کرو تا کہ پتہ لگے کہ تم عبدِ رحمان ہو، تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت سے زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکو۔ عام حالات میں بھی نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کی تلاش میں رہو۔ کسی تکبر اور بڑائی کے اظہار کیلئے نہیں بلکہ مخلوق سے سچی ہمدردی کی وجہ سے، اور جب جذبات کو بھڑکایا جائے تب بھی صلح صفائی کی بنیاد ڈالتے ہوئے امن قائم کرنے کی کوشش کرو۔

ایک دوسری جگہ انسانوں کو عاجزی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل:38) اور زمین میں اکڑ کر مت چل، نہ ہی تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی تک تیرا قد پہنچ سکتا ہے۔ گردن اکڑانے اور تکبر سے بلند مقام نہیں ملا کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہو تو اس زمین کے رہنے والے اور زمین کی حیثیت کیا ہے؟ کبھی اس پر بھی غور کیا ہے؟ اس کائنات میں ستاروں اور سیاروں کا جو جھرمٹ ہے اس میں اس زمین کی ایک نقطے کی بھی حیثیت نہیں ہے۔ تو پھر اس میں بسنے والے انسان کی کیا حقیقت ہے؟۔ وہ انسان جو اس کی وجہ سے بڑائی میں مبتلا ہو رہا ہے اور پھر اپنی بڑائی اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، اُس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کائنات میں یہ جو چھوٹی سی زمین ہے، جو ایک نقطہ سے بھی چھوٹی ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہماری زمین ان نقطوں میں یہیں کہیں ہے اور اس کا بھی پتہ نہیں لگتا کہ کون سا نقطہ ہے، اس کو بھی پھاڑ کر تم انتہائی گہرائی تک نہیں جاسکتے۔ زمین کے علوم کی گہرائی تک بھی مکمل رسائی نہیں ہے تو تکبر کس بات کا ہے؟ تمہاری علمیت، تمہاری بڑائی، تمہاری گردنوں کے اکڑانے میں نہیں ہے بلکہ تمہاری عاجزی میں ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں ہے۔ حقیقی بلند وہی ہے جسے خدا بلند کرے۔ تمہاری دولت، تمہارے دنیاوی مقام، تمہارے خاندان، تمہاری قوم کسی بڑائی کی علامت نہیں ہیں۔ اپنے سامنے اُن درختوں کی ٹہنیوں کی مثالیں رکھو جو پھلوں سے لدتی ہیں تو زمین کی طرف جھکتی ہیں۔ پس بندے کی بھی عاجزی ہے جو اُسے خدا کا قرب دلا کر حقیقی بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 18)

پس اصل مقام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب کا مقام ہے اور یہ عاجزی سے ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہلِ تقویٰ کیلئے شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ یہ ایک تقویٰ کی شاخ ہے جسکے ذریعے ہمیں غضب ناجائز کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ غضب اُس وقت ہو گا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ (تحفہ سالانہ یا رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء از شیخ یعقوب علی تراب صاحب صفحہ 49)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سچائی اور راستبازی دکھانا ایک مومن کا، ایک حقیقی احمدی کا خاصّہ ہونا چاہئے اور اسکا معیار اللہ تعالیٰ نے کیا قائم فرمایا ہے؟ مَیں اکثر غیروں کے سامنے جب اسلام کی خوبیاں بیان کرتا ہوں تو دنیا میں انصاف اور عدل قائم کرنے کیلئے راستبازی کی یہ مثال دیتا ہوں جو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کیلئے ضروری قرار دی ہے۔ فرمایا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (النساء:136) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب۔ دونوں کا اللہ ہی نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

پس یہ ہے اُس سچائی کا معیار جو ایک حقیقی مومن کو اپنانا چاہئے جس کی اُس کو نصیحت کی گئی ہے۔ قرآنِ کریم کی اس خوبصورت تعلیم کا کسی اور مذہب کی کوئی تعلیم مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”جس قدر راستی کے التزام کیلئے قرآنِ شریف میں تاکید ہے میں ہرگز باور نہیں کرسکتا کہ انجیل

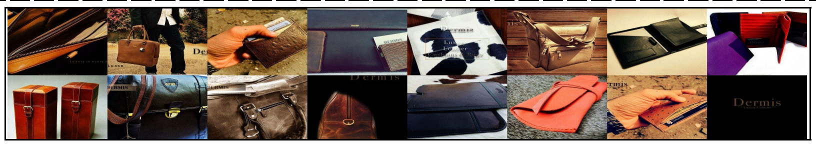

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

میں اُس کا عُشرِ عشیر بھی تاکید ہو‘‘ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے ایک بڑی رقم کا انعام مقرر کر کے عیسائی پادریوں کو بھی چیلنج دیا تھا جو اسلام کی اس سچائی کی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا۔ آپ فرماتے ہیں: ’’قرآنِ شریف نے دروغگوئی کو بت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31) یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (النساء:136) یعنی اے ایمان والو! انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہی کو لِلّٰہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر اُنکا ضرر پہنچے، یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے اقارب ان گواہیوں سے نقصان اُٹھاویں۔‘‘ (ماخوذ از نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن، جلد 9، صفحہ 402، 403)

مسلمانوں کی کتنی بدقسمتی ہے کہ اس اعلیٰ تعلیم کے ہوتے ہوئے پھر جھوٹ بولنے میں آج کل دنیا میں مسلمان سب سے زیادہ بدنام ہیں۔ اگر دنیا میں ہر جگہ سچائی کا یہ معیار قائم ہو جائے تو امن پیدا ہو جائے اور ہمارے اندر تو بہت زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو ہم نے کوشش کر کے یہ معیار حاصل کرنے ہیں۔ ہم یہ معیار حاصل کریں گے تو ہمارے گھریلو مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ میاں بیوی میں جہاں رشتوں میں دراڑیں پڑتی ہیں، سچائی کی کمی کی وجہ سے ہی پڑتی ہیں۔ معاشرے میں چھوٹے معمولی جھگڑے ہوتے ہیں وہ بڑی لڑائیوں میں سچائی کی کمی کی وجہ سے بدل جاتے ہیں اور نہ ختم ہونے والے مقدموں میں بدل جاتے ہیں۔ سچائی پر بنیاد ہو تو ابتدا میں ہی ختم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ کا خوف رکھنے والے کو ہلا دینے والا ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر یہ کتنی بڑی ذمہ داری ڈالی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی زید یا بکر کا حوالہ نہیں دیا۔ فرمایا اگر تمہیں اللہ پر ایمان ہے تو پھر اللہ کی خاطر تمہاری ذات بے حیثیت ہو جانی چاہئے۔ اور اگر یہ صورت پیدا ہوگی تو پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم اپنے دنیاوی لالچوں یا غیرتوں کیلئے جھوٹی گواہیاں دو۔ تمہاری سچائی کے معیار بہت اونچے ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین نے آپکو ایک دفعہ ایک گواہی میں، خاندانی مقدمے میں، جو مخالفین تھے انہوں نے ہی کہا کہ ہماری گواہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دے دیں اور آپ نے سچی بات کہی اور خود اپنے خلاف ہی، اپنے خاندان کے خلاف گواہی دی، اپنے بھائیوں کے خلاف گواہی دی اور مخالفین کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ (ماخوذ از حیات طیبہ مصنفہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 15)

تو یہ نمونے ہیں جو ہمارے سامنے ہمارے لئے اسوہ ہیں۔ پس سچائی یہ ہے کہ نہ تمہاری ذات تمہیں سچائی سے روکے، نہ تمہارے والدین کا مقام اور پیار تمہیں سچائی سے روکے، نہ تمہارے کسی قریبی کا تعلق تمہیں سچ بولنے سے روکے۔ یہ نہ سمجھو کہ جھوٹ کا سہارا لے کر تم بچ سکتے ہو۔ انسانوں کی پکڑ سے تو بچ سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ جو خبیر ہے اُسکی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ پس یہ معیار ایک سچے احمدی کے ہونے چاہئیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ جلسے پر آنے والے اس ارادے اور نیت سے آئیں کہ دین دنیا پر مقدم ہو جائے اور دینی مہمات کے لئے اُن میں ایک جوش اور سرگرمی نظر آئے۔ جن اعلیٰ اوصاف اور اخلاق کا ذکر ہو چکا ہے، اگر وہ انسان میں پیدا ہیں تو دین کو دنیا پر مقدم ہونے کا ویسے ہی عملی اظہار شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر مزید اس کا عملی اظہار یہ ہے کہ جس مقصد کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے، اس مقصد کے حصول کیلئے آپ کے سلطانِ نصیر بنیں۔ اپنے اندر جب یہ پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے عملی اظہار نظر آنے لگیں تو پھر بندے کو خدا کی پہچان کروانے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈالنے اور اعلیٰ اخلاق دنیا کو سکھانے کیلئے بھی ہر احمدی اپنی استعدادوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عمل کرے۔ اس جلسے کے بعد ایک نئے عزم کے ساتھ اسلام کا خوبصورت پیغام دنیا کو پہنچانے کی ایک کوشش ہو۔ اشاعتِ اسلام کیلئے میڈیا کے جو مختلف ذرائع ہیں، کمپیوٹر کے ہیں، اُن کو آج کل کے لوگ استعمال کر سکتے ہیں تو اُن کو استعمال کریں۔ آپس میں یہاں اکٹھے ہوئے ہیں تو پلاننگ کریں کہ کس طرح ہم یہ پیغام دنیا کو پہنچا سکتے ہیں؟ ذیلی تنظیمیں بھی ہیں، جماعتی تنظیمیں بھی ہیں۔ ان دنوں میں جہاں اپنی عملی حالتوں کی طرف، دعاؤں پر توجہ ہو وہاں دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کیلئے بھی دعائیں ہوں۔ جب اس مجمع کی دعائیں جس میں مرد بھی شامل ہیں، عورتیں بھی شامل ہیں، بچے بھی شامل ہیں، نوجوان بھی شامل ہیں اور بوڑھے بھی شامل ہیں، جب ان سب کی دعائیں مل کر خدا تعالیٰ تک جائیں گی، عرش تک پہنچیں گی تو تبلیغ کے میدان میں اللہ تعالیٰ نئے راستے بھی دکھائے گا۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ نئے سے نئے راستے بھی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہمیں مل رہے ہیں۔ فتوحات کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مَیں نے گزشتہ تقریباً دو تین سال پہلے جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ جماعت کا تعارف پہلے دنیا کو کرائیں اور اشتہارات اور لیف لیٹس (Leaf-lets) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام ہوا۔ ابھی جب منسٹر صاحب نے تقریر کی اُس میں بھی ذکر کیا کہ بس پر تمہارا اشتہار لگا۔ امن کا پیغام ہے۔ یہ پیغام بہت سارے ممالک میں دنیا میں دکھایا گیا اور بڑے وسیع پیمانے پر اس کے مثبت نتائج بھی سامنے آئے ہیں۔ لیکن یہ تعارف تو پہلا قدم تھا۔ اب ان رابطوں اور اس تعارف کو ختم نہیں کر دینا بلکہ اب اگلا قدم یہ ہے کہ محبت، پیار اور سلامتی کا پیغام جو مسیح محمدی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، ہم نے اُسے دنیا کے ہر مذہب کے مطابق آگے پہنچانا ہے۔ یہ اُس شخص کا پیغام ہے جس نے اس آخری زمانے میں دنیا کی اصلاح کیلئے آنا تھا اور دنیا کو خدا کے حضور لا کر کھڑا کرنا تھا۔ پس اگلا پیغام دنیا کو یہ دینا ہے کہ آؤ اور اس جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ (تذکرۃ، صفحہ 63، ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ) کے ساتھ جُڑ کر، اس کی جماعت میں شامل ہو کر خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرو۔ اور اس شریعت پر قائم ہو جاؤ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ ہم جو جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کا عہد کرتے ہیں اُس پر حقیقی رنگ میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ عمل کئے بغیر ہم دینی مہمات میں حصہ نہیں لے سکتے اور یہ توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے بغیر نہیں مل سکتی۔ پس ان دنوں میں اس توفیق کے ملنے کیلئے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہم اُن بہترین انسانوں میں سے ہو جائیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں بہترین ہیں، جن کی باتیں خدا تعالیٰ کو پسند ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حٰم سجدۃ:34) کہ اور بات کہنے میں اُس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجا لائے۔ اور کہے کہ مَیں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین لوگ خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کو کہا ہے۔

پس یہ خیال نہ کریں کہ امن اور سلامتی کے پیغام کے لیف لیٹس تقسیم کر دینے کے بعد ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ ہم نے ملینز میں تقسیم کر دیئے بہت کچھ ہو گیا بلکہ اس کے بعد جبکہ آپ نے دنیا میں جماعت کو متعارف کروا دیا، امن اور محبت کا پیغام پہنچا دیا ہے، تو ذمہ داری پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ایک تو تبلیغ کے اگلے میدانوں کی تلاش کی ضرورت ہے، دوسرے اپنے عملوں کے وہ نمونے جو دوسرے کی توجہ ہماری طرف کھینچیں وہ دکھانے کی ضرورت ہے۔ مجھے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑا آسان کام ہو گیا ہے کہ سلامتی کے پیغام کے لیف لیٹس تقسیم کر دو، یہ پیغام پہنچا دو، تبلیغ اور بیعتوں کے بارے میں اب مرکز نہیں پوچھے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مرکز پوچھے نہ پوچھے اللہ تعالیٰ کی نظر میں اگر بہتر بننا ہے تو اس کام کی طرف ویسے ہی ایک مومن کی خود بخود توجہ ہونی چاہئے۔ دوسرے اس پیغام کے بعد ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کی خود بخود آپ کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور ہوتی ہے اور اس وجہ سے کئی بیعتیں بھی ہو رہی ہیں۔ اور جب لوگوں کی توجہ پیدا ہوگی تو بہرحال ہمارے عملوں اور حالتوں کی طرف بھی لوگ دیکھیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تبلیغ کے ساتھ اپنے اعمال کو بھی درست کرنا ضروری ہے پھر ہی بہترین بن سکو گے اور تب ہی تمہاری یہ بات کوئی وزن رکھنے والی ہوگی کہ میں کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

پس یہاں آ کر علمی اور تربیتی تقاریر سے استفادہ کر کے، ماحول کا ایک خاص اثر اپنے دل پر لے کر، آپس میں مل بیٹھ کر خدا تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کی منصوبہ بندی کر کے، اس کیلئے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق مال اور وقت کی قربانی دے کر ہی ہم اپنے مقاصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ورنہ اگر یہ نیت، ارادے اور کوشش نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں پھر یہ جلسہ ایک ’’معصیت‘‘ ہے اور ’’طریقِ ضلالت اور بدعتِ شنیعہ‘‘ ہے۔ (ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 395)

دیکھیں کس قدر سخت تنبیہ ہے۔ آئے تو ہم یہاں جلسے کی برکات لینے ہوں اور یہ ہمارے لئے معصیت اور گناہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامل فرمانبرداروں میں شامل ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

خلافت کے ساتھ چمٹے رہیں

تا آپ ہمیشہ اس کی برکات سے حصہ پاتے رہیں اور اپنی آئندہ نسلوں کی حفاظت کرسکیں

اسکے ساتھ ہمیشہ جڑے رہیں اور اس کی محبت اپنے بچوں کے دلوں میں بھی راسخ کریں

ہمیشہ اخلاص، وفا اور دعاؤں کے ذریعہ سے خلیفۂ وقت کی مدد کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین

صدسالہ جلسہ جماعت احمدیہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) 2020 کے موقع پر سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی **پیغام**

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

اسلام آباد (یو.کے)

29-11-2020

پیارے احباب جماعت احمدیہ ڈھاکہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنا صد سالہ جلسہ منعقد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پروگرام کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے۔ آمین!

خلافت احمدیہ کے مختلف ادوار میں افراد جماعت کو کئی قسم کے ابتلاؤں سے گزرنا پڑا ہے۔ ان کے کاروبار برباد ہوگئے، ان کی جائیدادیں لوٹی گئیں، ان کو اپنے گھروں سے نکالا گیا، اپنے پیاروں سے جدا کیا گیا اور آج شہادتوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی جارہی ہے۔ جو لوگ اپنی جانیں خلافت احمدیہ کی خاطر قربان کرنے کو تیار تھے انہیں سلاخوں کے پیچھے سالہا سال بند کر دیا گیا اور ان سے نہایت اذیت ناک سلوک روا رکھا گیا۔ مختلف طریقوں سے انہیں احمدیت چھوڑنے کی لالچ دی گئی اور ہر لحاظ سے دھمکایا اور ڈرایا گیا اور ان کیلئے انتہائی خوف اور مایوسی کا ماحول بنا دیا گیا ہے۔ تاہم اس لمبے عرصے کے دوران مخالفین کبھی بھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کی قیادت میں (افراد) جماعت کے خوف کی حالت کو امن میں بدلا اور ان ابتلاؤں کے دوران ان کے ایمانوں کو قائم اور مضبوط رکھا۔ الٰہی تائید یافتہ خلافت کے زیر سایہ جماعت کو ختم کرنے کی نیت سے بھڑکائی جانے والی آگ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔ یہ ایک ایسا تماشا تھا جس کی شہادت آسمان نے دی اور زمین نے اس کا مشاہدہ کیا اور کرتی چلی جائے گی۔

خلافت احمدیہ کی مدد کرنے والے خدا نے مخالفین احمدیت کو تباہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ہمیشگی والا، حیّ و قیوم قادر اور کامل غلبہ والا خدا ہے جو الٰہی جماعتوں کی خاطر اپنی عظیم قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ اسی مدد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا...... اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔“

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 49 تا 50)

آج خدا تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت اور خلافت کے درمیان باہمی للّٰہی محبت کا ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہے۔ احمدی مرد، عورتیں بچے بوڑھے سب کے سب خلافت سے اس طرح جڑ گئے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ خلافت کے محب دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں۔ وہ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں جو خلافت کی شکل میں انہیں عطا ہوئی ہے اور وہ اسلام کی امن اور پیار کی خوبصورت تعلیم کا علَم دنیا میں بلند کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ذریعہ جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع کیا ہوا ہے اور انہیں اس بابرکت رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھا ہوا ہے۔

یہ ایک الٰہی جماعت ہے جو جدید مواصلاتی ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کا پیغام ہر مذہب، قوم، رنگ و نسل کے لوگوں تک پہنچا رہی ہے۔ جو لوگ بے نفس ہو کر خلافت سے محبت کرتے ہیں وہ ہمیشہ اسلام کی اشاعت میں مصروف رہتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ہر چڑھنے والا دن احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی اور فتح کی خوشخبری لاتا ہے۔ یہی دوسرے لفظوں میں دین کی تمکنت اور مضبوطی کا نام ہے۔ پس جماعت احمدیہ اپنی ذات میں خدا تعالیٰ کے اس وعدے کے ایفا کا ثبوت ہے جو اس نے مومنین سے کیا کہ وہ خلافت کا قیام کرے گا، ان کے خوف کی حالت کو امن میں بدلے گا اور دین کو تمکنت عطا کرے گا۔

پس خلافت کے ساتھ چمٹے رہیں تا آپ ہمیشہ اس کی برکات سے حصہ پاتے رہیں اور اپنی آئندہ نسلوں کی حفاظت کرسکیں۔ اس کے ساتھ ہمیشہ جڑے رہیں اور اس کی محبت اپنے بچوں کے دلوں میں بھی راسخ کریں۔ اسی طرح ہمیشہ اخلاص، وفا اور دعاؤں کے ذریعہ سے خلیفۂ وقت کی مدد کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ۔

والسلام، خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 19 جنوری 2021)

لیکن ہم نافرمانوں میں بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہدایت اور رہنمائی کے سامان پیدا فرما رہا ہے لیکن ہم ضلالت اور گمراہی کے طریق پر چل پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے اس زمانے کے امام کو بھیجا کہ ہم قرآن و سنت کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اُس پر عمل کرنے والے بن سکیں۔ لیکن ہم اس جلسے کو دنیاوی میلہ سمجھتے ہوئے جمع تو ہو جائیں لیکن اُس سے فائدہ نہ اُٹھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر اس جلسے نے تمہارے اندر دینی، روحانی اور عملی تبدیلی پیدا نہیں کی یا تم اس مقصد کیلئے جلسے پر نہیں آئے تو یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ پھر یہ جلسہ ایک ایسی چیز بن جائے گا جو دین میں برائی پیدا کرنے کا باعث ہے۔ بہت سی بدعات تو دین میں پہلے ہی پیدا ہو چکی ہیں اُن میں ایک اور بدعت کا اضافہ ہو جائے گا۔

لیکن یاد رہے کہ آپ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ ”اس جلسے کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں، یہ وہ امر ہے جسکی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد 1، صفحہ 281، اشتہار نمبر 91 بار دوم مطبوعہ ربوہ)

پس یہ جلسہ بذاتِ خود تو بہتوں کی اصلاح کا باعث بنتا ہے اور غیروں کے سامنے بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش ہوتی ہے لیکن جو اس حقیقت سے دور رہتے ہیں اور صرف میلہ سمجھ کر شامل ہو رہے ہیں وہ جن گناہوں اور بدعات میں ڈوبے ہوئے ہیں اُن میں اضافہ کر رہے ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو خود اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں جو جلسے پر آنے کا مقصد ہے۔ اگر پورا کریں گے تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلسہ پر شامل ہونے والوں کیلئے کی گئی دعاؤں کے وارث بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس مقصد کو حاصل کرنے والا اور جلسے کی حقیقت کو سمجھنے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم سمیٹنے والے ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ان دنوں میں بہت دعائیں کریں، اپنے لئے، اپنی نسلوں کیلئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں بھی اور ہماری نسلوں کو بھی جماعت سے جوڑے رکھے اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشات اور تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ جہاں اپنی زبان میں اپنے لئے دعائیں کریں وہاں مسنون دعائیں بھی کریں اور درود بھی زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔ بلکہ ان دنوں میں درود کو خاص طور پر اپنی تمام دعاؤں پر حاوی کرلیں کہ دل کی گہرائی سے نکلا ہوا درود تمام دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ دشمنانِ احمدیت کے بد ارادوں اور منصوبوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کیلئے بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ دشمن کا ہر شر اُن پر الٹا دے۔ ہر احمدی کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ اور یہ جلسہ ہر لحاظ سے اپنی برکتوں کو سمیٹتا ہوا اپنے اختتام کو پہنچے۔ آئندہ بھی ہر کارروائی اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں ہو۔ اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 2 نومبر 2012)

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت عثمانؓ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 22/جنوری 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا اہم بات بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ خود جنگِ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے البتہ ان آٹھ خوش نصیب صحابہ میں شامل تھے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگِ بدر کے مالِ غنیمت میں حصہ دے کر جنگ میں شامل ہونا ہی قرار دیا تھا۔

سوال حضرت عثمانؓ کا سلسلہ نسب کون سی پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپ کا نام عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن اُمَیَّہ بن عبدِ شمس بن عبدِ مَناف بن قُصَیِّ بن کِلاب ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہؐ کے ساتھ پانچویں پشت پر عبدِ مَناف پر جا کر ملتا ہے۔

سوال آنحضرتؐ سے حضرت عثمانؓ کا کیا قریبی رشتہ تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کی والدہ کا نام اَرْوٰی بنت کُرَیز تھا۔ آپ کی نانی ام حکیم بَیضاء بنت عبدالمطلب تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کی سگی بہن تھیں۔

سوال حضرت عثمانؓ کی کنیت کیا تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کی کنیت ابوعَمرو تھی۔ جب حضرت رقیہؓ بنتِ رسولؐ سے آپ کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں میں آپؓ کی کنیت ابوعبداللہ بھی معروف ہوگئی۔

سوال حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی کریمؐ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کی جو غزوۂ بدر کے ایام میں وفات پا گئیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُمِّ کلثومؓ سے حضرت عثمان کی شادی کر دی اس وجہ سے آپؓ کو ذوالنورین کہا جانے لگا۔

سوال حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہنے کی دوسری وجہ کیا تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؓ ہر رات نماز تہجد میں بہت زیادہ تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے چونکہ قرآن نور ہے اور قیام اللیل بھی نور ہے اس لیے آپؓ ذوالنورین یعنی ''دو نوروں والا'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

سوال حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کتنے چھوٹے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ عام الفیل کے چھ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ طائف میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ رسول اللہؐ سے تقریباً پانچ سال چھوٹے تھے۔

سوال حضرت عثمانؓ کے قبول اسلام کے متعلق کیا روایت ملتی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا اور انہیں قرآن کریم پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا اور ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عزت و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس پر دونوں ایمان لے آئے۔

سوال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کب ایمان لائے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دارِ اَرقم میں داخل ہونے سے پہلے قدیمی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔

سوال حضرت عثمانؓ کو قبول اسلام کے بعد کیا مظالم برداشت کرنے پڑے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا حَکَم بن ابوالعاص بن اُمَیَّہ نے آپ کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور کہا کیا تم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کرتے ہو؟ میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم اس نئے دین سے علیحدہ نہیں ہو جاتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ ثابت قدم رہے۔ حکم نے جب آپ کے دین پر مضبوطی کی یہ حالت دیکھی تو پھر مجبوراً آپ کو چھوڑ دیا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعویٰ نبوت سے قبل حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا رشتہ کس سے ہوا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ کے دعویٰ نبوت سے پہلے حضرت رقیہؓ کا رشتہ ابولہب کے بیٹے عُتبہ سے اور ان کی بہن حضرت ام کلثومؓ کا رشتہ عُتبہ کے بھائی عُتَیبہ سے ہو چکا تھا۔

سوال حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا ابولہب کے بیٹوں سے رشتہ کس طرح ختم ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب سورۃ اللّھب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر تم دونوں محمدؐ کی بیٹیوں سے علیحدہ نہ ہوئے تو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ یہ رشتے توڑ دو۔ اس پر ان دونوں نے رخصتی سے قبل ہی دونوں بہنوں کو طلاق دے دی۔

سوال حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ کی شادی کے بعد اس پاک جوڑے کے متعلق کیا کہا جاتا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں ہی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَحۡسَنَ زَوۡجَیۡنِ رَاٰھُمَا اِنۡسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوۡجُھَا عُثۡمَانُ۔ سب سے خوبصورت جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا ہو وہ حضرت رقیہؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمانؓ ہیں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت رقیہؓ کو شادی کے بعد کیا نصیحت فرمائی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا: بیٹی! ابوعبداللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی رہو۔ یقیناً یہ میرے صحابہ میں اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

سوال حضور انور نے حضرت عثمان اور حضرت رقیہ کی ہجرت حبشہ کے متعلق کیا روایت بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ حبشہ کی طرف ہجرت کیلئے حضرت رقیہؓ بنت رسولؐ کے ساتھ نکلے۔ نبیؐ نے حضرت اسما بنت حضرت ابوبکرؓ کو ان کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ حضرت اسماؓ آئیں اور انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمانؓ ایک خچر پر پالان ڈال کر حضرت رقیہؓ کو اس پر بٹھا کر سمندر کی طرف نکل گئے ہیں۔ اس پر نبیؐ نے فرمایا کہ حضرتؐ کے بعد عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے اہل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔

سوال ہجرت حبشہ کے بعد حضرت عثمانؓ نے کہاں ہجرت کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ حبشہ میں چند سال رہے۔ اسکے بعد جب بعض صحابہؓ قریش کے اسلام کی غلط خبر پا کر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمانؓ بھی آ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانؓ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد پر کتنے مرد عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانے پر ماہ رجب 5/نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی مواخات کس کے ساتھ کرائی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کی مؤاخات نبی کریمؐ نے اپنے ساتھ قائم فرمائی تھی۔

سوال حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کا نکاح کس کے ساتھ ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عثمانؓ سے مسجد کے دروازے پر ملے اور فرمانے لگے کہ عثمان یہ جبریل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کا نکاح رُقَیَّہ جتنے حق مہر پر اور اس سے تمہارے حسن سلوک پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔

سوال حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ کتنا عرصہ رہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے ہاں 9/ہجری تک رہیں اس کے بعد وہ بیمار ہو کر وفات پا گئیں۔

سوال حضرت ام کلثومؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جگہ سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ وہاں رو رہے ہیں۔ آپؐ نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرا آپ سے دامادی کا تعلق ختم ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مت رو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور ایک ایک کر کے فوت ہو جاتیں تو میں ہر ایک کے بعد دوسری کو تجھ سے بیاہ دیتا یہاں تک کہ سو میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

☆......☆......☆

عاجزی، انکساری اور فروتنی کے بارہ میں حضور انور کا پر معارف اور ایمان افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 2 جنوری 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے سورۃ الفرقان کی آیت 64 وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ھَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الۡجٰھِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا تلاوت فرمائی۔

سوال جب کسی انسان میں عاجزی پیدا ہو جاتی ہے تو لوگوں میں اس کے متعلق کیا جذبات پیدا ہوتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب کسی انسان میں عاجزی پیدا ہو جائے تو اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق ہو، اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ لوگ اسکے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

سوال حضور انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عاجزی انکساری کی کیا مثال دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باوجود خاتم الانبیاء ہونے کے اپنے ماننے والوں کو یہی فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

سوال حضور انور نے آیت کریمہ وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ ... الخ۔ کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جو میں نے آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔

سوال علامہ رازی نے آیت کریمہ اَلَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ھَوۡنًا کی کیا تشریح بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: علامہ رازی تحریر کرتے ہیں کہ ھَوۡن سے مراد نرمی اور ملائمت ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ چال میں نرمی ہو، سکینت ہو، وقار اور تواضع ہو۔ ایسے لوگ تکبر اور نخوت سے اپنے پاؤں زمین پر نہیں مارتے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر انکساری کے متعلق کیا وحی نازل ہوئی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ایاز بن حمار سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکساری اختیار کرو اس حد تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مقام کے بارے کیا اعلان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اَنَا سَیِّدُ وُلۡدِ اٰدَمَ وَلَا فَخۡرَ۔ یعنی پہلی بات تو یہ اَنَا سَیِّدُ وُلۡدِ اٰدَمَ۔ اور ساتھ ہی عاجزی کا بھی ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے کہ فرمایا وَلَا فَخۡرَ۔ کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں لیکن میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔

سوال عاجزی اختیار کرنے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا بشارت دی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضورؐ نے فرمایا جس نے اللہ کی خاطر ایک درجہ تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ رفع کرے گا یعنی اس کو ایک درجہ بلند کرے گا۔ جس نے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا یہاں تک کہ اسے علیّین میں جگہ دے گا۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے شرک کے بعد کس چیز کو بڑی بلا قرار دیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ شرک کے بعد تکبّر جیسی کوئی بلا نہیں۔ تکبّر ہی آہستہ آہستہ شرک کی طرف لے کر جاتا ہے۔

سوال آنحضرت ﷺ نے تکبر کرنے والوں کو کیا تنبیہ فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے فرمایا، جس نے اللہ کے مقابل پر ایک درجہ تکبّر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ نیچے گرادے گا یہاں تک کہ اسے اسفل السافلین میں داخل کردے گا۔

سوال عاجزی اور انکساری اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کیا اختیار دے گا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عاجزی اور انکساری کی وجہ سے عمدہ لباس ترک کیا حالانکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اختیار دے گا کہ ایمان کی پوشاکوں میں سے جو پوشاک چاہے پہن لے۔

سوال حضور انور نے افراد جماعت کو شادی بیاہ میں کس طرح کا لباس پہننے کی نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آج کل شادی بیاہوں میں صرف ایک دو دفعہ پہننے کیلئے دلہن کیلئے یا دولہا کیلئے مہنگے جوڑے بنوائے جاتے ہیں۔ صرف فخر اور دکھاوا ہوتا ہے اور بعد میں یونہی ضائع ہو رہے ہوتے ہیں۔ پھر فیشن میں عریاں قسم کے لباس سل رہے ہوتے ہیں۔ تو احمدی بچوں اور احمدی خواتین کو ایسے لباسوں سے جن سے ننگ ظاہر ہوتا ہو پرہیز کرنا چاہئے۔

سوال آنحضرت نے کس بات کو تواضع میں شامل فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا تواضع میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان اپنے بھائی کا جوٹھا پی لے اور جس نے اپنے بھائی کا جوٹھا پی لیا اللہ تعالیٰ اسکے ستّر درجے بڑھائے گا۔ اسکے ستّر گناہ معاف کردے گا اور اس کیلئے ستّر نیکیاں لکھی جائیں گی۔

سوال جب ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کو خیر البریہ کہا تو آپؐ نے اسے کیا کہا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دفعہ کسی نے آنحضرت ﷺ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَّہ کہہ دیا (یعنی اے مخلوق کے بہترین وجود) تو آپؐ نے فرمایا وہ تو ابراہیمؑ تھے۔

سوال جب ایک شخص نے آنحضرتؐ کا مقام بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شروع کیا تو آپؐ نے اسے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک شخص نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمدؐ ہم میں سے سب سے بہترین اور اے ہم میں سے سب سے بہترین لوگوں کی اولاد۔ اے ہمارے سردار اور اے ہمارے سرداروں کی اولاد۔ آپؐ نے فرمایا، تم اپنی اصلی بات کہو اور کہیں شیطان تمہاری پناہ نہ لے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا مقام اس سے بڑھا چڑھا کر بتاؤ جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔

سوال آنحضرتؐ نے جنت میں جانے کا ذریعہ کس بات کو قرار دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اسکے اعمال جنّت میں لے کر نہیں جائیں گے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپؐ کے عمل بھی؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ مجھے بھی اگر خدا کی رحمت اور فضل ڈھانپ نہ لیں تو میں بھی جنّت میں نہیں جاسکتا۔

سوال حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اخلاق کے متعلق کیا گواہی دی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین اخلاق والا نہیں تھا۔ جب بھی کسی نے آپ کو بلایا تو ہمیشہ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ میں حاضر ہوں۔ تب ہی تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ عظیم خلق پر قائم تھے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے افراد جماعت کو عاجزی اختیار کرنے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دلوں کے پاس تلاش کرو۔ چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم سے ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے یا تمہارا خاندان کیا ہے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔

سوال ایک شخص جب آنحضرت ﷺ کے رعب سے کانپنے لگا تو آپؐ نے اسے کن الفاظ میں تسلی دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضورؐ کے پاس ایک شخص آیا، آپؐ اس سے گفتگو فرما رہے تھے تو اسی دوران اس پر آپؐ کا رعب اور ہیبت طاری ہوگئی اور اس وجہ سے اس کو کپکپی طاری ہو گئی تو آپؐ اسے فرمانے لگے کہ دیکھو اطمینان اور حوصلہ رکھو، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے میں کوئی جابر بادشاہ تھوڑا ہی ہوں میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایمان کے لیے کیا شرط بیان فرمائی؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مومن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبر نہ ہو بلکہ انکسار، عاجزی، فروتنی اس میں پائی جائے۔

سوال آنحضرت ﷺ نے کن چار باتوں سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جس میں عاجزی اور انکساری نہیں اور ایسی دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو مقبول نہ ہو اور ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو۔ اور ایسے علم سے جو کوئی فائدہ نہ دے میں ان چاروں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

سوال حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کی کیا نصیحت بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو۔ اور جس قدر دُنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔

......☆......☆......☆......

اُذۡکُرُوۡا مَوۡتَاکُمۡ بِالۡخَیۡرِ

مکرمہ صغریٰ بیگم صاحبہ مرحومہ کا ذکر خیر

(محمد ضیاالدین، کارکن فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان)

خاکسار کی نانی جان محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم دین محمد صاحب ننگلی درویش مرحوم قادیان مورخہ 6/جنوری 2021 کو 85 سال کی عمر میں ایک طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 22/جنوری 2021 بمقام مسجد مبارک (اسلام آباد، برطانیہ) میں ازراہ شفقت نانی جان مرحومہ کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اگلا ذکر صغریٰ بیگم صاحبہ کا ہے جو دین محمد صاحب ننگلی درویش قادیان کی اہلیہ ہیں۔ 6/جنوری کو 85 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حکیم محمد رمضان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کرنے والی، مہمان نواز، صابر وشاکر، محنتی، ہمدرد اور بہت سی خوبیوں کی مالک ایک نیک خاتون تھیں۔ خلافت سے بے انتہا محبت کا تعلق تھا۔ کئی سال تک لجنہ اماء اللہ میں بطور سیکرٹری خدمت خلق، خدمت کی توفیق ملی۔ مرحومہ موصیہ تھیں، پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے بشیر الدین صاحب کو چالیس سال تک خدمت کی توفیق ملی۔ دوسرے بیٹے منیر الدین اس وقت نظامت تعمیرات میں قادیان میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

نانی جان مرحومہ نے اپنی شادی کے بعد قادیان دارالامان میں اپنے درویش شوہر کے ساتھ پورے صبر وشکر اور وفا سے دور درویشی گزارا۔ آپ کی بیٹی مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ لکھتی ہیں کہ 2004ء میں ابّو کی وفات ہوئی، جواں سال داماد کی اچانک وفات کا غم اٹھایا اور پھر جواں سال بہو کی وفات کا غم بھی دیکھا مگر ہر حال میں صبر واستقلال کا دامن نہ چھوڑا اور آخری الفاظ جو ہم نے ان سے سنے وہ بھی ''صبر وشکر'' ہی کے تھے۔ آپ بہت ہمدرد اور سب کا دکھ بانٹنے والی تھیں۔ عسر اور یسر ہر حال میں ضرورتمندوں کی مدد کرنے والی تھیں۔ پورے قادیان میں آپ خالہ جی کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ آپ بلاناغہ بیت الدعاء میں نوافل ادا کرنے جایا کرتیں تھیں۔

آپ کے داماد مکرم بشارت احمد خان صاحب لکھتے ہیں کہ امی جان کی دعائیں بہت قبول ہوتی تھیں کئی بار ایسا ہوا کہ ہمیں کوئی مشکل پیش آئی، امی جان نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشکل دُور ہو گئی۔ ایک بار جلسہ سالانہ قادیان پر جانے کیلئے خاکسار اور خاکسار کی اہلیہ نے ویزہ اپلائی کیا تھا۔ امی جان کو حسب معمول دعا کیلئے کہہ دیا تھا۔ امی جان نے ہمیں تسلی دی کہ انشاء اللہ ویزہ مل جائے گا۔ انڈین کاؤنسلیٹ نے ویزہ دینے میں بہت دیر کردی یہاں تک کہ اگلے روز کرسمس کی چھٹیاں شروع ہونی تھیں، شام کا وقت ہو گیا تھا۔ کاؤنٹر پر موجود افسر نے کہا کہ سوری اب تو بہت دیر ہوگئی ہے آپ ویزہ فیس بھی جمع نہیں کرسکتے ہمارا اکاؤنٹنٹ بھی چلا گیا ہے۔ ہم دونوں کچھ دیر چپ چاپ بے بس کھڑے دعا کرتے رہے اور تقریباً مایوس ہو کر واپس جانے لگے تھے کہ اسی افسر نے آواز دی کہ ٹھہرو میں اکاؤنٹنٹ کو بلا لیتا ہوں وہ آپ سے فیس لے لیگا۔ ہم نے فیس جمع کی اور تھوڑی دیر میں ہمیں ویزہ مل گیا۔ الحمد للہ

آپ لکھتے ہیں کہ مَیں نے آپ کو انہماک اور درد والحاح کے ساتھ نماز تہجد پڑھتے دیکھا۔ باوجود صحت کی خرابی کے جب تک ممکن ہوا جلسہ سالانہ قادیان میں ڈیوٹی بھی دیتی رہیں اور گھر پر آئے مہمانوں کو بھی وقت دیتیں۔ ایک بار جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر رات دو اڑھائی بجے میری آنکھ کھلی تو دیکھا امی جان گھر کے صحن میں کچھ کر رہی ہیں۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگیں کہ بیٹا سردی بہت پڑ رہی ہے میں نے سوچا مہمانوں کیلئے پانی گرم کرلوں، صبح انہیں وضو کرنے میں تکلیف نہ ہو۔

آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ کی نماز جنازہ، جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ قادیان میں مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے پڑھائی۔ بعد تدفین محترم ناظر اعلیٰ صاحب نے دعا کروائی۔ ☆

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

محترم مولانا محمد عمر صاحب مرحوم کی یاد میں

(مولوی کے این محمد شفیق، نائب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

خاکسار کے نانا جان محترم مولانا محمد عمر صاحب مرحوم سابق مربی سلسلہ و نائب ناظر اعلیٰ قادیان مورخہ 12 جنوری 2012 کو قادیان دارالامان میں وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ 25 اپریل 1934ء کو جماعت احمدیہ کنورسٹی صوبہ کیرلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم ابراہیم کُٹّی صاحب اور والدہ مکرمہ کُنج حلیمہ بی صاحبہ تھیں۔ آپ کے والد صاحب شروع میں جماعت کے سخت مخالف تھے۔ بمبئی میں ان کی مالابار کے بعض احمدیوں سے ملاقات ہوئی اور عقائد احمدیت کے متعلق تبادلہ خیال ہوا۔ 1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بمبئی تشریف آوری کے موقع پر حضور کے دستِ مبارک پر انہیں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

محترم محمد عمر صاحب کے نانا محترم Pallikkalagath عبداللہ صاحب بھی ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ آپ کو حضرت مولانا شیخ حاجی محی الدین کُٹّی صاحب کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ حاجی محی الدین صاحب نے 1907 میں بیعت کی تھی۔ آپ مالابار سے قادیان کی زیارت کرنے والے پہلے احمدی تھے، لیکن آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے شرفِ ملاقات نصیب نہیں ہوا۔ ان کے ذریعہ کئی لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد محترم محمد عمر صاحب اپنے ماموں مکرم عبدالحمید صاحب کے پاس کلکتہ چلے گئے جہاں آپ نے کچھ عرصہ ایک Watch Strap Company کے Agent کے طور پر کام کیا۔ اس وقت کلکتہ میں مکرم مولانا محمد سلیم صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ، مبلغ انچارج تھے جن کی شخصیت، درس و تدریس، خطبات و تقاریر سے متاثر ہو کر محترم محمد عمر صاحب کو قادیان جا کر دینی تعلیم حاصل کرنے اور سلسلہ کا مبلغ بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔

1954ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت تقسیم ملک کے بعد مدرسہ احمدیہ کا پہلا سال چل رہا تھا۔ اگلے سال محترم عمر صاحب نے مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ محترم مولوی عطاء اللہ خان صاحب مرحوم ٹیوٹر بورڈنگ ہاؤس نے اردو اور قرآن مجید کے پہلے پارہ کا لفظ بلفظ آپ کو ترجمہ سکھایا۔ اس وقت محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانیؓ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر تھے اور محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوریؓ صاحب، محترم مولانا محمد یوسف صاحب، محترم مولانا محمد عمر علی صاحب آپ کے اساتذہ تھے۔

محترم نانا جان نے ''اظہار تشکر'' کے نام سے اپنے بعض حالات و واقعات قلمبند کیے ہیں، اس میں آپ فرماتے ہیں: ''جب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 27 دسمبر 1958ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر وقفِ جدید کا اعلان فرمایا تھا اُس وقت خاکسار جلسہ گاہ ربوہ میں موجود تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 26 دسمبر کو اعلان فرمایا کہ میں کل ایک ضروری تحریک کا اعلان کرنے والا ہوں احباب پنسل اور نوٹ بک ساتھ لیتے آئیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے 27 دسمبر 1958ء کو وقف جدید جو ایک الٰہی تحریک ہے، کا اعلان فرمایا۔ حسبِ ہدایت خاکسار حضور اقدس کی تقریر نوٹ کرتا رہا۔ جب جلسہ کے بعد قادیان پہنچا تو ایک روز بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں خاکسار نے تحریر کردہ نوٹس پڑھ کر سنائے۔ نوٹس سنانے کے بعد محترم بھائی جی نے بہت دعائیں دیتے ہوئے مجھے اپنے سینہ سے لگائے رکھا اور فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہیں بہت شاندار مستقبل عطا فرمائے گا فالحمدللہ علیٰ ذالک۔''

محترم نانا جان کو دو مرتبہ 1955 اور 1958 میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کا شرف ملا۔ طالبِ علمی کے دور میں حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانیؓ کی خدمت کرنے کا بھی موقع ملا۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''خاکسار جب قادیان میں زیر تعلیم تھا تو ایک دن بعد نماز فجر خاکسار قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی بورڈنگ ہاؤس کے باہر کھڑے رہے تھے۔ جب خاکسار نے تلاوت ختم کی تو آپ بورڈنگ ہاؤس میں تشریف لا کر دریافت فرمانے لگے کہ کون بچہ تلاوت کر رہا تھا۔ خاکسار نے کہا کہ میں تلاوت کر رہا تھا تو میرے پاس تشریف لا کر فرمانے لگے کہ بیٹے تمہاری آواز میرے مرحوم بیٹے عبدالمالک کی آواز سے ملتی جلتی ہے وہ مجھے روزانہ قرآن مجید سنایا کرتا تھا اب میری بینائی بہت کمزور ہوگئی ہے باقاعدہ تلاوت نہیں کرسکتا۔ تم میرے گھر میں آکر روزانہ صبح کے وقت تلاوت سنایا کرو۔ میں نے فوراً اس کو ایک بہت بڑی سعادت سمجھ کر ہاں کہہ دی۔ یہ 1960 کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد ایک سال تک روزانہ صبح کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ تلاوت کے بعد محترمہ اماں جی (اہلیہ حضرت بھائی جیؓ) گرم گرم چائے اور ٹوسٹ لے کر آتی تھیں۔ آپ اور اماں جی اس ناچیز سے والدین کی طرح محبت و شفقت سے پیش آتے تھے اس وجہ سے میں آپ کو ابا جی کہہ کر یاد کرتا تھا۔ 1960 کے جلسہ سالانہ کے سفر میں حضرت بھائی جی اور اماں جی کی خواہش کے مطابق میں قادیان سے ربوہ تک ان کے ساتھ رہا اور ان کی خدمت کی خوب توفیق پائی۔''

1961ء میں نانا جان نے مدرسہ احمدیہ قادیان میں ایک سال تک بطور استاذ خدمت کی توفیق پائی۔ بعدہٗ 1962 سے 1967 تک حیدرآباد میں بطور مبلغ ان کی تقرری ہوئی۔ 1968 میں جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ حیدرآباد میں تقرری کے دوران آپ روزانہ سائیکل پر سوار ہو کر بچوں اور بچیوں کو پڑھانے میلوں دور جایا کرتے تھے۔

نومبر 1963 میں مناظرہ یادگیر میں آپ کو بطور معاون خدمت کی توفیق ملی۔ حیدرآباد میں 5 سال خدمت کرنے کے بعد ایک سال مدراس میں بطور مبلغ خدمت بجالائی۔ پھر آپ کا تبادلہ مدراس سے بمبئی ہوگیا۔ بمبئی میں ڈیڑھ سال خدمت کے بعد جماعت احمدیہ مدراس کے بار بار کے مطالبہ پر دوبارہ ان کا تقرر 1970 میں مدراس میں ہوا۔ یہیں سے آپ نے تامل زبان سیکھی۔ اور راہِ امن (سمادھانہ وزی) کے نام سے ایک ماہ نامہ جاری کیا۔ اس رسالہ کے ذریعہ کئی بیعتیں بھی ہوئیں۔ تامل ناڈو میں کئی مباحثات میں آپ جماعت کی طرف سے شامل ہوئے جن میں ایک مناظرہ کوئمبٹور تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانہ میں ہوا تھا۔

آپ کو 1970 سے 1990 تک بطور مبلغ انچارج تامل ناڈو خدمت کی توفیق ملی۔ اس دوران احباب جماعت کی خلافت کے ساتھ وابستگی اور اطاعت کے لئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثالثؒ کے خطبات کا خود ہی ترجمہ کر کے ہر جمعہ میں سنایا کرتے تھے۔

1990 میں جب آپ کا تبادلہ کالیکٹ میں بطور مبلغ انچارج ہوا تو آپ خلیفۂ وقت کا خطبہ ملیالم زبان میں ترجمہ کر کے جماعت کو سنانے لگے۔ اس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ 6 ستمبر 1991ء میں ان الفاظ میں خوشنودی کا اظہار فرمایا:

''South India میں ہماری ایسی جماعتیں جو اردو نہیں سمجھتیں وہاں ہمارے مولوی محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے اس بات کا جنون دیا ہوا ہے اِدھر آواز کان تک پہنچی اُدھر فوری طور پر اس کے ترجمے کئے اور فوری طور پر ساری جماعتوں تک پہنچائے۔'' (اخبار بدر 24 اکتوبر 1991)

1975 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک مہینہ کے لئے انڈیمان تشریف لے گئے۔ 1978 میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر شری لنکا کی جماعتوں کا دورہ کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد 2004 تک ہر سال کم و بیش دو مہینے شری لنکا میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1983 میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے شری لنکا دورے پر آپ کو حضور کے خطابات کا رواں ترجمہ کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ 1990 سے 2007 تک بطور مبلغ انچارج کیرلہ خدمت کی توفیق ملی۔ رسالہ 'ستیہ دوتن' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ 1996 میں رمضان المبارک میں درس و تدریس اور نماز تراویح پڑھانے کی غرض سے UAE بھی تشریف لے گئے۔ 1999 میں فلسطین میں بطور مبلغ انچارج تقرر ہوا جہاں گیارہ مہینے خدمت کی توفیق ملی۔ جنوبی ہند کے اکثر صوبہ جات آندھرا پردیش، کرناٹک، تامل ناڈو، کیرلہ اور اڈیشہ کی جماعتوں کا دورہ کرنے اور وہاں منعقد ہونے والے سالانہ جلسوں اور کانفرنسوں میں تقریر کی توفیق ملی۔

2007 میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناظر اصلاح و ارشاد مقرر فرمایا۔ ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن و وقفِ عارضی اور بالآخر نائب ناظر اعلیٰ قادیان کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 2014 میں علالت کی وجہ سے آپ واپس کالیکٹ تشریف لے گئے۔ محترم نانا جان کی دیرینہ خواہش تھی کہ آپ کا آخری مسکن قادیان ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ایسا کرنا ہوا کہ 20 اکتوبر 2019 کو جب آپ کی اہلیہ کی وفات ہوئی تو مرحومہ کا تابوت قادیان لاتے وقت دیگر لواحقین کے ساتھ نانا جان نے بھی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود قادیان کا سفر اختیار کیا اور آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو اپنی زندگی کے آخری ایام قادیان میں گزارنے کی توفیق ملی۔

آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف لیکچر لاہور، لیکچر لدھیانہ، کشتی نوح اور کتاب روحانی روشنی (حضرت رسول کریمؐ کی شانِ اقدس میں حضرت مسیح موعودؑ کی مختلف کتب سے اقتباسات) کا ملیالم ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ نیز ملیالم میں 8 کتب اور تامل میں 7 کتب لکھنے اور قرآن مجید اور دیگر 4 کتب کا تامل زبان میں ترجمہ کرنے کی بھی توفیق ملی۔

1965 سے 2009 تک (سوائے چند ایک سالوں کے) جلسہ سالانہ قادیان میں تقریر کا موقع ملا۔ آپ نے کئی جماعتی رسالوں و اخباروں میں بے شمار مضامین لکھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کافی انتظامی صلاحیت عطا کی ہوئی تھی۔ آپ نے 1961 سے 2014 تک کل 53 سال میدانِ عمل میں خدمت کی توفیق پائی۔

اللہ تعالیٰ محترم نانا جان کی خدمات قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرماتا چلا جائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ مورخہ 7 جنوری 2021 کو شام کے وقت اچانک آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ سانس لینے میں بہت تکلیف ہورہی تھی۔ فوراً نور ہسپتال لے جایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو دن بعد طبیعت میں بہتری آگئی تھی۔ تیسرے دن پھر حالت خراب ہوگئی۔ وفات سے ایک روز قبل انہوں نے مجھ سے کہا کہ ''بیٹا بہت تکلیف ہورہی ہے'' اس پر میں نے کہا کہ اس دنیا میں ہم جو تکلیف برداشت کر رہے ہیں اس کا اجر آخرت میں ملے گا، ہے نا؟ اس وقت وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ ''معلوم نہیں، ہوسکتا ہے'' ان کی مراد یہی تھی کہ اللہ کا فضل ہو تب ہی یہ چیز ممکن ہے۔

12 جنوری کی صبح ان کی حالت مزید تشویش ناک ہوگئی اور صبح 10:11 بجے آپ کی وفات ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں چار بیٹیاں، تین داماد، 10 نواسے نواسیاں اور 8 پڑ نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 22/جنوری 2021 میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا اور نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

☆☆

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516
Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 8 - April - 2021 Issue. 14

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 2/ اپریل 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ سے پہلے حضرت عثمان کا ذکر چل رہا تھا۔ آج بھی وہی ذکر ہوگا۔ حضرت عثمان میں عفت اور حیا بہت زیادہ تھی۔ رسول اللہ صلی ﷺ نے فرمایا میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمر ہیں۔ سب سے زیادہ حقیقی حیا والے عثمان ہیں۔ سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو جاننے والے ابی بن کعب ہیں اور سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔ سنو ہر امت کیلئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدۃ بن جراح ہیں۔

حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس چیزیں اپنے رب کے حضور چھپا کے رکھی ہوئی ہیں۔ میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے چوتھا شخص ہوں۔ نہ میں نے کبھی لہو و لعب والے گانے سنے اور نہ کبھی جھوٹی بات کی ہے اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے تب سے میں نے اپنی شرمگاہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہیں چھوا اور اسلام قبول کرنے کے بعد مجھ پر کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے کوئی گردن آزاد نہ کی ہو ماسوائے اس جمعہ کے کہ جس میں میرے پاس آزاد کرنے کیلئے کوئی غلام نہ ہو۔ اس صورت میں میں جمعہ کے علاوہ کسی اور دن میں غلام آزاد کر دیتا تھا اور میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ ہی اسلام میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں تھے کہ لوگوں کو بھوک کی تکلیف آ پہنچی یہاں تک کہ میں نے مسلمانوں کے چہروں پر پریشانی اور منافقین کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم سورج غروب نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے رزق کے سامان فرما دے گا۔ حضرت عثمان کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا اللہ اور اسکا رسول بالکل سچ فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے چودہ اونٹ غلہ سمیت خریدے اور ان میں سے نو نبی ﷺ کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ بتایا گیا کہ حضرت عثمان نے یہ آپکی طرف ہدیۃً ارسال کئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر خوشی اور مسرت پھیل گئی اور منافقوں کے چہروں پر بے چینی اور پریشانی چھا گئی۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہاں تک کہ آپکی بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور آپ نے حضرت عثمان کیلئے دعا کی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو کسی اور کے حق میں ایسی دعا کرتے ہوئے نہ پہلے کبھی سنا اور نہ بعد میں اور وہ دعا یہ تھی۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ عُثْمَانَ اَللّٰھُمَّ اِفْعَلْ بِعُثْمَانَ اے اللہ عثمان کو بہت عطا فرما اے اللہ عثمان پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے گوشت دیکھ کر فرمایا یہ کس نے بھیجا ہے میں نے عرض کیا حضرت عثمان نے۔ آپ کہتی ہیں کہ اس پر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر عثمان کیلئے دعا کرتے دیکھا۔

ابن سعید بن یربوع بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار دوپہر کے وقت گھر سے نکلا جبکہ میں بچہ تھا میرے پاس ایک پرندہ تھا جسے میں مسجد میں اڑا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک خوبصورت چہرے والے بزرگ لیٹے ہوئے ہیں۔ ان کے سر کے نیچے اینٹ کا کوئی ٹکڑا تھا۔ میں کھڑا ہو کر ان کی خوبصورتی کو تعجب سے دیکھنے لگا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں کھول کر مجھ سے پوچھا اے بچے تم کون ہو؟ میں نے اپنے متعلق بتایا تو انہوں نے میرے لئے ایک پوشاک اور ایک ہزار درہم منگوایا۔ انہوں نے میرا لباس اتروایا اور اس کی جگہ مجھے وہ پوشاک پہنا دی اور وہ ایک ہزار درہم اس پوشاک میں ڈال دیئے۔ جب میں اپنے والد کے پاس پہنچا تو انہیں یہ سب کچھ بتایا اس پر انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے کیا تجھے علم ہے کہ کس نے تیرے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم، سوائے اسکے کہ وہ کوئی ایسا شخص تھا جو مسجد میں سو رہا تھا اور اس سے بڑھ کر حسین میں نے کبھی زندگی میں کسی کو نہیں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ہیں۔

ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ حضرت عثمان سے اس وقت ملے جبکہ آپ مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت طلحہ نے کہا آپ کے پچاس ہزار درہم جو میرے ذمہ تھے وہ اب میسر آ گئے ہیں آپ انہیں وصول کرنے کیلئے کسی شخص کو میری طرف بھیج دیں۔ اس پر حضرت عثمان نے ان سے فرمایا کہ آپ کی مروت کی وجہ سے وہ ہم نے آپ کو ھبہ کر دیئے ہیں۔ وہ نہیں لینے۔

آپ کو کتابت وحی کا بھی موقع ملا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس گھر میں ایک شدید گرم رات میں دیکھا جبکہ نبی ﷺ پر حضرت جبرئیل وحی نازل کر رہے تھے۔ حضرت عثمان نبی ﷺ کے سامنے بیٹھے لکھتے جا رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ اے عثمان لکھ۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کا ایسا قرب کسی نہایت معزز و مکرم شخص کو ہی عطا فرماتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قرآن کریم کے تحریری صحیفے جمع ہوئے جو انہوں نے اپنے پاس رکھے پھر حضرت عمر کے پاس وہ صحیفے رہے۔ اسکے بعد حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس رہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ وہ اہل عراق کے ساتھ مل کر فتح آرمینیہ اور آذربائیجان کیلئے اہل شام سے جنگ کر رہے تھے۔ وہاں سے لوٹ کر حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حذیفہ کو ان علاقوں کے لوگوں کی قرآن کریم کی قرأت میں اختلاف کی وجہ سے خوف لاحق ہوا۔ آپ نے حضرت عثمان سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس امت کو سنبھالیں قبل اس کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی مانند اختلاف کرنے لگ جائیں۔ اس پر حضرت عثمان نے حضرت حفصہ سے قرآن کریم کے وہ نسخے منگوائے اور حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا وہ ان کی نقول تیار کریں۔ آپ نے صحابہ سے کہا کہ جب تمہارا قرآن کے کسی ٹکڑے کے متعلق اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان میں تحریر کرو کیونکہ قرآن کریم قریش کی زبان میں اترا ہے۔ جب نقول تیار ہو گئیں تو اصلی صحیفے حضرت حفصہ کو واپس بھجوا دیئے اور نئے تیار شدہ نسخے مختلف ممالک میں بھجوا کر حکم دیا کہ اسکے علاوہ جو بھی نسخے ہوں وہ تلف کر دیئے جائیں۔ علامہ ابن الطین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے قرآن کو اس خوف سے جمع کیا کہ کہیں حفاظ قرآن کے وفات پا جانے کی وجہ سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے آپ نے قرآن کریم کو اس ترتیب کے مطابق جمع کیا جسکے مطابق نبی کریم ﷺ نے انہیں قرآن کریم حفظ کروایا تھا جبکہ حضرت عثمان کے جمع قرآن کا واقعہ یہ ہے کہ جب قرأت میں بہت زیادہ اختلاف ہونے لگا حتی کہ لوگ ایک دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے تو آپ نے ان صحائف کو جو حضرت ابوبکر نے تیار کرائے تھے ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور صرف قریش کی لغت کو ملحوظ رکھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ الاعلیٰ کی آیت سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں وہ کلام سکھائیں گے جسے قیامت تک تم نہیں بھولو گے بلکہ یہ کلام اسی طرح محفوظ رہے گا جس طرح اس وقت ہے۔ اس دعویٰ کا ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے اشد ترین معاند بھی آج کھلے بندوں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم اسی شکل و صورت میں محفوظ ہے جس شکل و صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیش فرمایا تھا۔ نولڈکے، سپرنگر اور ولیم میور سب نے اپنی کتابوں میں تسلیم کیا ہے کہ صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جس شکل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ کتاب دی تھی اسی شکل میں اب بھی محفوظ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول بیان فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن بتلاتے ہیں یہ بات غلط ہے۔ ہاں شائع کنندہ قرآن اگر کہیں تو کسی حد تک بجا ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانے میں اسلام دور دور تک پھیل گیا تھا اس لئے آپ نے چند نسخے نقل کرا کر مکہ مدینہ شام بصرہ کوفہ اور بلاد میں بھجوا دیئے تھے اور جمع تو اللہ تعالیٰ کی پسند کی ہوئی ترتیب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا تھا اور اسی پسندیدہ ترتیب کے ساتھ ہم تک پہنچایا گیا ہے۔ ہاں اس کا پڑھنا اور جمع کرنا ہم سب کے ذمہ ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک سورت حضرت عبداللہ بن مسعود کو اور طرح پڑھائی اور حضرت عمر کو اور طرح پڑھائی کیونکہ حضرت عمر خالص شہری تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود گڈریئے تھے اور بدوی لوگوں سے ان کا تعلق زیادہ تھا۔ ایک دن عبداللہ بن مسعود قرآن کریم کی وہی سورت پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر پاس سے گذرے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود کو کسی قدر فرق سے اس سورت کی تلاوت کرتے سنا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے گلے میں پٹکا ڈالا اور کہا چلو رسول کریم ﷺ کے پاس میں ابھی تمہارا معاملہ پیش کرتا ہوں۔ وہ انہیں رسول کریم ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ نے یہ سورت مجھے اور طرح پڑھائی تھی اور عبداللہ بن مسعود اور طرح پڑھ رہے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود سے وہ سورت سُنی تو آپؐ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے تو مجھے اور طرح پڑھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم سات قرأتوں میں نازل کیا گیا ہے تم ان معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑا نہ کرو۔

خطبہ کے آخر پر حضور انور نے فرمایا: آج بھی دعا کیلئے کہنا چاہتا ہوں پاکستان کیلئے بھی الجزائر کے احمدیوں کیلئے بھی اور دنیا میں ہر جگہ جہاں جہاں احمدی مشکلات میں گرفتار ہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے۔ نماز جمعہ کے بعد میں چینی ڈسک کی ویب سائٹ لانچ کروں گا جس سے لوگوں کو چینی زبان میں اسلام اور احمدیت کے متعلق تفصیلی معلومات مل سکیں گی۔ خدا کرے کہ یہ ویب سائٹ چینی عوام کیلئے ہدایت کا موجب ہو اور اسلام اور احمدیت کیلئے ان کے دل کھلیں۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے مکرم محمد یونس خالد صاحب مربی سلسلہ، مکرم ڈاکٹر نظام الدین بدن صاحب آئیوری کوسٹ، مکرمہ سلمٰی بیگم اہلیہ ڈاکٹر راجہ نصیر احمد ظفر صاحب، مکرمہ کشور تنویر اشرف صاحبہ اہلیہ عبدالباقی اشرف صاحب چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ یو.کے، مکرم عبدالرحمن حسین محمد خیر صاحب آف سوڈان کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad